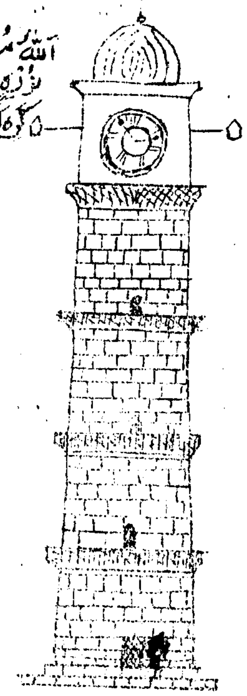
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ



الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۹ | ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۰۹ء روز سہ شنبہ | جلد ۱۳

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان علیہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعۃ سے آگے

ان کو قومی حمیت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے اور ہر قدم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کرتی ہے ۔ جبکہ اغراض قومی متحد ہیں پھر انکی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دکھ اور تکالیف کی وجہ سے ان کی محنت اور جانفشانی کے باعث ۔ غرض ساری لذۃ اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے اسی لیے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی ۔ اسیطرح جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادۃ میں لذۃ نہیں آتی انکو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادۃ کے لیے کسقدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں جس جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھاوے گا وہی تبدیل صورۃ کے بعد لذت ہو جاتا ہے ۔ میری مراد ان دکھوں سے یہ نہیں کہ انسان اپنے آپکو بیجا مشقتوں میں ڈالے اور ریا کاریاں تکالیف اٹھانے کا دعوی کرے؟ ہرگز نہیں ۔

قرآن شریف میں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا آیا ہے اور رہبانیت اسلام میں نہیں ہے ... اپنا ہاتھ سکھا لے یا ... یا کسی ... چھوڑ دے یا اور قسم قسم کی تکالیف شدیدہ میں اپنی جانکو ڈالے ۔ عبادت کے لیے دکھ اٹھانے سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان اُن کاموں کو رکے جو عبادۃ کی لذۃ کو دور کرنیوالے ہیں اور ان سے رکنے میں اولاً ایسی ضرور تکلیف محسوس ہوگی ۔ اور خدا تعالیٰ کی نارضامندیوں سے پرہیز کرے مثلاً ایک چور ہے تو اسکو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے بدکار ہے تو بدکاری اور بدنظری چھوڑے ۔ اسیطرح نشوں کا عادی ہے تو ان سے پرہیز کرے ۔ اب جب وہ اپنے محبوب اشیاء کو ترک کریگا تو ضرور ہے کہ اول اول سخت تکلیف اٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر استقلال سے وہ اسپر قائم رہے گا تو دیکھ لیگا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اسکو محسوس ہوتی ہے وہی تکلیف اب ایک لذت کا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل نیکیاں آتی جائیں گی اور ان کے نیک نتائج جو تسکین دینے والے ہیں وہ بھی ساتھ ہی آئیں گے یہانتک کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کرے گا اور اسکی ہر حرکت و سکون اسی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف

اور یہ ... اطمینان اور سکینت ... ہوتی ہے جب ... لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ... مقام ... میں آتا ہے ... ضرورت آجاتا ہے ۔

یا درکھو ... اپنی محبوب چیز ... کی نظر میں ... اُس کے ... چھوڑ کر اپنے آپ کو ... تو ایسی تکالیف ... کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے ... سے متاثر ہو کر ... ہی ساتھ ... یہانتک کہ کامل نیاز مندی ... بے اختیار ہو کر ... یہ طریق عبادت میں لذت حاصل کرنے کا ۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ ایسا جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گا لیے یا باجے بجا لیے اور یہی انکی عبادت ہو گئی ۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کے لیے ان میں لذت کی کوئی چیز نہیں ان سے روح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے ۔ اور عبادت کا اصل منشا گم ہو جاتا ہے ۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزہ حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت

بھی دبا تی ہے۔ یہ باریک بات ہے جسکو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انھوں نے عبادت کی اصل غرض اور غایت کو سمجھا ہی نہیں

قرآن شریف سے پہلے دو قومیں تھیں۔ ایک برہمہ کہلاتی تھی جو رہبانیت کو پسند کرتی تھی اور اپنی زندگی کا اصل منشا یہی سمجھے ہوئے تھے۔ عیسائی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جو راہب ہونا پسند کرتے تھے اور ہوتے تھے رومن کیتھولک عیسائیوں میں ابتک ایسے لوگ موجود ہیں۔ اور یہ طریق انمیں جاری ہے کہ وہ راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر اب انکی رہبانیت اس حد تک ہی ہے کہ وہ شادی نہیں کرتے ورنہ ہر طرح عیش وعشرت اور آرام کے ساتھ کوٹھیوں میں رہتے اور پرتکلف لباس پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں۔ اور جس قسم کی زندگی وہ بسر کرتے ہیں عام لوگ جانتے ہیں

مگر میری مراد رہبانیت سے اسوقت یہی ہے کہ وہ فرقہ جو اپنے آپ کو تعذیب بدنی میں ڈالتا تھا۔ اور دوسرا فرقہ ان کے مقابل وہ تھا جو اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام جب آیا تو اس نے ان دونوں کو ترک کیا اور صراط مستقیم کو اختیار کیا۔

اس نے بتایا کہ انسان نہ رہبانیت اختیار کرے جس سے وہ نفس کش ہو جاوے اور خدا تعالی کی عطا کردہ قوتوں کو بالکل بیکار چھوڑ دے اور پھر ان اخلاق فاضلہ کے حصول سے محروم ہو جاوے جو ان قوتوں کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جسقدر قوتیں انسان کو دی گئی ہیں یہ سب کی سب دراصل اخلاقی قوتیں ہیں۔

غلطی استعمال کیوجہ سے یہ اخلاق بداخلاقیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلیے اسلام نے رہبانیت سے منع کیا اور فرمایا **لا رهبانية في الاسلام**

اسلام چونکہ انسان کی کامل تربیت چاہتا ہے اور اسکی ساری قوتوں کا نشو و نما اسکا مقصد ہے اسلیے اُسنے جائز نہ رکھا کہ وہ طریق اختیار کیا جاوے جو انسان کی بیخ کنی کرنے والا اور خدا تعالی کی توہین کرنے والا ٹھہر جاوے۔

اور پھر اسلام کا منشا یہ ہے کہ وہ انسان کو افراط و تفریط کی راہوں سے اس اعتدال کی راہ پر چلاوے جو صراط مستقیم ہے اسلیے اُسنے اباحت کے مسئلہ کی بھی تردید کی۔ یہ دوسرا فرقہ تھا جو قرآن شریف سے پہلے موجود تھا۔ وہ سب کچھ جائز سمجھتا تھا اور آزادی اور بے قیدی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے ساری راحتوں اور لذتوں کو مباح سمجھتا تھا۔ مگر اسلام نے اسکو روکدیا۔ اور انسان کو بے قید بنانا نہ چاہا کہ وہ نہ نماز کی ضرورت سمجھے نہ روزہ کی غرض کسی پابندی کے نیچے ہی نہیں رہے اور ایک وحشی جانور کی طرح مارا مارا پھرے۔ ابتک بھی یہ لوگ موجود ہیں وجودی مذہب جو بدقسمتی سے پھیلا ہوا ہے دراصل ایک اباحتی فرقہ ہے اور نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز نہیں کرتا۔ اس لیے اسلام نے یہ بھی جائز نہ رکھا۔

رہبانیت اور اباحت انسان کو اس صدق اور وفا سے دور رکھتے تھے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے ان سے الگ رکھکر احکام الہی کا حکم دیکر صدق اور وفا کی تعلیم دی جو ساری روحانی لذتوں کی جاذب ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سہارے پر چلتا ہے وہ سست اور کمزور اور کاہل ہوتا ہے جیسے بچے اپنی والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضروریات کے پیدا کرنے سے کاہل اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ یا عیسائی لوگ جسطرح پر اعمال میں مستقیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کفارہ کا مسئلہ جب انکو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اُٹھا لیے پر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی چیز ہو سکتی ہے جو انکو اعمال کی طرف متوجہ کرے اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور یہ انکو بلا مشقت و محنت صرف خونی مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے (کہ وہ ہمارے لیے مرگیا ہمارے گناہوں کی بدلے لعنتی ہوا۔) ملجاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیے؟ پھر انکو اعمال حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی۔ اگر کفارہ پر ایمان لاکر بھی نجات کا خطرہ اور اندیشہ باقی ہے تو یہ امر دیگر ہے کہ اعمال کیے جائیں لیکن اگر نجات خون مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے تو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے؟

روافض بھی سہارے ہی پر چلتے ہیں اور اپنی جگہ عیسائیوں کیطرح امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اگر اعمال کی کوئی ضرورت ہے تو فقط اتنی کہ ان کے مصائب کو یاد کرکے آنکھوں سے آنسو گرا لیے یا کچھ سینہ کوبی کرلی۔ سارے اعمال حسنہ کی روح بھی خشک پڑی اور سینہ کوبی ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نجات سے کیا تعلق؟

اسلیے میں یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اور نہ اسلام نے دی کہ تم اپنے گناہوں کی گٹھڑی کسی دوسرے کی گردن پر ڈالدو۔ اور جو اباحت کی زندگی بسر کرنے لگو۔ قرآن شریف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے **لا تزر وازرة وزر اخرى**۔ ایکدوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور دنیا میں اسکی کوئی نظیر خدا تعالی کے عام قانون قدرت میں ملتی ہے کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ زید مثلاً سنکھیا کھا لیوے اور اس سنکھیا کا اثر بکر پر ہو جاوے اور وہ مر جاوے یا ایک مریض ہو اور وہ دوسرے آدمی کے دوا کھا لینے سے اچھا ہو جاوے۔ بلکہ وہ آپ ہی بجائے خود متاثر ہوگا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا ہے اور دلیری کے ساتھ خدا تعالی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور کہے کہ میرے گناہوں کا بوجھ ایک دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی امید کرتا ہے وہ

دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست

کا مصداق۔ پس اسلام کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رکھنے سے ابطال اعمال لازم آجاتا ہے۔ لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے آپکو ذمہ دار ٹھیرتا ہے اسوقت اسکو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے قرآن شریف نے فرمایا ہے **قد افلح من زكها** فلاح وہی پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے۔ غرضکہ اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ ہلاوے تو بات نہیں بنتی۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے اور اسپر یہ نص صریح ہے **وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم**۔ سکن لہم یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جاوے شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہ کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے۔ جس سے گناہوں کا صدور رُک کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بیکار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے۔ شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھکر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا حالانکہ یہ ایک نہیں ہو سکتے ہیں کفارہ اعمال حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمال حسنہ کی تحریک۔ جو چیز اپنے اندر فلسفہ نہیں رکھتی ہے وہ ہیچ ہے ہمارا یہ دعوی ہے کہ اسلامی اصول

اور عقائد اور اسکی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے اور شائستہ پیرایہ اسکے ساتھ موجود ہے جو دوسرے مذاہب کے عقائد میں نہیں ملتا۔

شفاعۃ اعمال حسنہ کی محرک کسطرح ہے؟

اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی جو عیسائی مانتے ہیں کیونکہ اسپر بھروسہ کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی بلکہ فرمایا اذا سئلک عبادی عنی فانی قریب یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہدے کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے دور والا کیا کرے گا؟ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اسوقت تک تو شاید وہ جلکر خاک سیاہ بھی ہو چکے۔ اسلیے فرمایا کہ کہدو کہ میں قریب ہوں۔

پس یہ آیت بھی **قبولیت دعا** کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر ایمان کامل پیدا ہو اور اسکو ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ اور ایمان ہو کہ وہ ہر پکار کو سنتا ہے۔ بہت سی دعاؤں کے رد ہونے کا یہ بھی سر ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرا لیتا ہے۔ اسلیے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنایا جاوے کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اسکو خواہ سارے نبی بھی ملکر کریں تو قبول نہ ہوگی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اسپر مترتب نہیں ہو سکے گا۔

اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرۃ صلعم کو فرمایا صل علیہم ان صلوتک سکن لہم تیری صلوۃ سے انکو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش وجذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے دوسری طرف فلیستجیبوا لی کا بھی حکم فرمایا۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات، پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں انکا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرۃ صلعم کی شفاعۃ اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نکیا جاوے۔ اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرۃ صلعم کی شفاعۃ اور دعا کی ضرورۃ ہی نہ سمجھی جاوے۔

غرض نہ اسلام میں رہبانیت ہے اور نہ بیکار نشینی کا سبق بلکہ ان افراط اور تفریط کی راہوں کو چھوڑکر وہ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے نہ یہ چاہتا ہے کہ تہذیب جسم کے اصولوں کو اختیار کرو۔ اور اپنے آپکو مشکلات میں ڈال لو اور نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کود اور تماشوں۔ شکار میں گذار دو یا ناول خوانی میں بسر کرو اور راتکو سو کر یا عیاشی میں — باقی آئندہ

سورۃ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

غرض اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں سے بہتر ہے وہ خیر الرازقین ہے۔ مینے بہت سے ایسے بیباک دیکھے ہیں جو کہا کرتے ہیں

ای خیانت بر تو رحمت از تو گنجی یافتم
ای دیانت بر تو لعنت از تو رنجی یافتم

ایسے شوخ دیدہ خود ملعون ہیں جو دیانت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پس خدا کے لیے ان ذریعوں اور رستوں کو چھوڑ دو جو بظاہر کیسے ہی آرام دہ نظر آتے ہوں لیکن ان کے اندر خدا کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ مینے بسا اوقات نصیحۃ کی ہے کہ کونوا مع الصادقین پر عمل کرنیکے واسطے ضروری ہے یہاں آکر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارۃ یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن میں انکو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام تجارتوں کو چھوڑکر **ذکر اللہ کیطرف آجاؤ** وہ اسبات کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کیا ہم کنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہمکو دنیوی عزت یا وجاہت بری لگتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے جو ہمکو کھینچکر یہاں لے آئی میں شیخی کے لیے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنعمۃ کیطور پر کہتا ہوں کہ میں اگر شہر میں رہوں تو شاید بہت روپیہ کما سکوں لیکن میں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں؟ اسکا مختصر جواب میں یہی دونگا۔ کہ مینے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے جسکو چور اور قزاق نہیں لیجا سکتا مجھے وہ ملا ہے جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا۔ پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑکر میں چند روزہ دنیا کے لیے مارا مارا پھروں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے میں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔ پس میری دولت میرا مال میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں۔ اور دوسری ساری ضرورتوں کو میں ایک وجود پر قربان کرتا ہوں۔

میرے دل میں بارہا یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ صحابہ کو جو مہاجر تھے کیوں خلافت ملی اور مدینہ والے صحابہ کو جو انصار تھے اس سے حصہ نہیں ملا بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ انصار کی جماعت نے ایسے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب آپ مکہ سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے پہنچے مگر اسمیں بھید یہی ہے کہ انصار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے چھوڑا نہیں انکی نصرۃ کے لیے خدا نے انکو بہت کچھ دیا۔ مگر مہاجرین نے اسکے لیے ہاں محض اسی کے لیے اپنے گھربار بیوی بچے اور رشتہ دار تک چھوڑ دیے تھے اور اپنے منافع اور تجارتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ میں ثقیفہ کی بحث پڑھتا تھا اور منکم امیر ومنا امیر پر مینے غور کی ہے مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھربار تعلقات چھوڑے تھے انکو یہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضرور تھی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ضائع نہیں کرتا۔

پس ایسے عذر بیفائدہ اور بیہودہ ہیں۔ اسوقت دنیا خطرناک ابتلا میں پھنسی ہوئی ہے۔ پہلی بلا جہالت کی ہے تدبر سے کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے اور نہیں سوچتے جب تدبر ہی نہ ہو تلاوۃ ہی نہ ہو تو اسپر عمل کی تحریک کیسے پیدا ہو۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اسکی جگہ بہت بڑا وقت فضول کہانیوں اور اور لغویات میں بسر کیا جاتا ہے۔

دوسرا نقص یہ ہے کہ فسق وفجور بڑھ گیا ہوا ہے بدمعاملگی ہے جہالت ہے گندگی اور ناپاکی کو مقدم کر لیا گیا ہے۔ پھر اس کے ساتھ کبر ہے وہ کبر کہ یہ برداشت نہیں رہی کہ کوئی نصیحت کرے تو صبر کے ساتھ اس نصیحت کو سن لیں۔ اور اس کے ساتھ اور مصیبت یہ ہے کہ اپنے دکھ سے ناآشنا ہیں مرض کے حالات سے ناواقف ہیں اسے محسوس نہیں کرتے طبیب کی تشخیص پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور اسے ہی مجنون ٹھیراتے ہیں۔

غرض یاد رکھو کہ اب زمانہ بہت نازک آگیا ہے۔ ایک راستباز دنیا میں آیا ہے جس کے لیے آسمان نے گواہی دی۔ اسوقت کہ جب خدا ایک بچہ سمجھا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے بتایا کہ وہ زندہ اور متکلم خدا ہے۔ اور اس نے اپنے برگزیدہ بندہ کو بھیجکر حجت پوری کی مگر پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ اسکی مخالفت کی جاتی اور اس کے خلاف منصوبہ

بازیاب ہوتی ہیں مگر اس کی کچھ پروا نہیں یہ لوگ آخر خائب و خاسر ہونیوالے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ مخالف منصوبے بناتا ہے کوشش کرتا ہے سفر کر کے خرچ کر کے فتویٰ طیار کرتا ہے کہ یہ کافر ہے اور زور لگا کر کہتا ہے کہ میں اسکو گراؤں گا۔ مگر اس کی ساری [illegible] ساری محنتیں اور کوششیں رائگاں جاتی ہیں [illegible] اور جسکو گرانے کا ارادہ کرتا [illegible] جسقدر کوشش [illegible] کی جاتی ہے اسی قدر وہ اور بھی ترقی پاتا [illegible]۔

یہ خدا تعالیٰ کے [illegible] کوئی [illegible] نہیں سکتا [illegible] علیہم [illegible] کے [illegible]

[illegible] والا [illegible] [illegible] جو [illegible] [illegible] ساری باتیں حاصل ہوتی [illegible] [illegible] نہیں جب کسیکو صادق کا پتہ لگ جاتا ہے تو ساری تجارت [illegible] پاس پہونچ جانا [illegible] فتح [illegible] [illegible] عمل کرنا [illegible]۔

بعض لوگ [illegible] آتے ہیں اور [illegible] ہیں انکو ایسی مشکلات [illegible] ہیں [illegible] اپنی [illegible] مشکلات [illegible] چاہئیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے [illegible] بار دانی کے ساتھ [illegible] ایسی باتیں جب سنتا ہوں تو اگرچہ مجھے ان لوگوں [illegible] ہوتا ہے جو ان خدمات کے لیے سفر [illegible] زیادہ افسوس انپر ہوتا ہے جو ایسی شکایتیں کرتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کیا وہ اسقدر تکالیف سفر کی برداشت کر کے روٹی یا چارپائی کے لیے آتے ہیں یا اپنا مقصد وہ کچھ اور ہوتا ہے؟ میرے ایک پیر شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ میں رہا کرتے تھے ایک شخص ہجرت کر کے مدینہ میں آیا پھر اسنے ان سے کہا کہ میں یہاں نہیں رہتا کیونکہ لوگ شرارتی ہیں شاہ صاحب نے اسکو کہا کہ تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے آئے تھے یا عربوں کے واسطے اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے آئے تھے تو وہ تو ویسے ہی ہیں جیسا کہ تھے عقیقی کیا تھا اور اگر عربوں کے لیے آئے تھے تو وہ بیشک ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو پس میں بھی ان احمقوں سے یہی کہوں گا جو اس قسم کی شکایتیں کرتے ہیں کہ اگر تم اغراض منہم کے معلم کے لیے آئے تھے تو وہ اپنے خلق عظیم کے ساتھ ویسا ہی موجود ہے اور اگر ہمارے لیے آئے ہو تو ہم ایسے ہی ہیں کیا کھانا کپڑا چارپائی گھر میں نہیں ملتی تھی جو اسقدر تکلیف اٹھا کر اسی روٹی کے واسطے یہاں آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ آتے تھے ان [illegible] کوئی مہمان خانہ [illegible] تھا [illegible] کوئی نہیں [illegible] [illegible] اور کوئی [illegible] بہت [illegible] وجہ یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آتے تھے۔ اور وہی [illegible]

عزیزو میاں آؤ نہ [illegible] اس لیے کہ تمہارا [illegible] یہ تم خدا کے مسیح اور مہدی [illegible] حاصل کرو۔

ہماری بابت کچھ بھی [illegible] ہماری ہستی کیا؟ ہم اگر [illegible] رہتے یا کتابیں تھے تو پھر [illegible] تھی۔ اگر کتابوں سے یہ مقصد حاصل [illegible] ہوتا تو پھر ہمیں کیا حاجت تھی ہمارے [illegible] بہت سی کتابیں تھیں مگر [illegible] ان [illegible] کچھ نہیں بنتا۔

دیکھو ایک دردسر کا بیمار ایک کھانسی والے بیمار کے پاس ہو اور وہ ساری رات کھانستا رہے اور اسکو تکلیف ہو اور وہ اسکی شکایت کرے تو یہ شکایت بیجا ہوگی وہ خود مریض ہے اسیطرح ہم جسقدر یہاں ہیں اپنے اپنے امراض میں مبتلا ہیں اگر ہم تندرست ہو کر کسی مریض کو دکھ دیں تو البتہ ہم جوابدہ ٹھیر سکتے ہیں لیکن جبکہ خود مبتلائے مرض ہیں اور یہاں علاج ہی کے لیے بیٹھے ہیں تو پھر ہماری کسی حرکت سے ناراض ہونا عقلمندی نہیں ہے۔ پس ہمارے سبب سے ابتلا میں مت پڑو۔ جو لوگ ابتلاؤں سے گھبراتے ہیں میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے لیے نہ آیا کریں۔ اور اگر ہماری کوئی تقریر انکو پسند نہ آوے تو وہ یہ سمجھیں کہ ہم مامور نہیں صادق مامور ایک ہی ہے جو مسیح اور مہدی ہو کر آیا ہے۔ پس خدا سے ڈرو مانگو ذکر اللہ کیطرف آؤ جو فحشا اور منکر سے بچانے والا ہے۔ اسی کو اسوہ بناؤ۔ اور اسی کے نمونہ پر چلو۔ ایک ہی مقتدا اور مطاع اور امام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اسی سے سچا پیوند کریں آمین۔

الحمد للہ۔ سورۂ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ ختم ہو گیا۔ اب ہم انشاء اللہ العزیز ناظرین کی استدعا کے موافق اسکو جیبی چھوٹی سائز پر چھاپ دینے کی سعی کریں گے۔ (ایڈیٹر)

حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کی کتابیں بھی ہمارے پاس موجود ہیں جو چاہیں ہم سے بذریعہ وی پی طلب فرماویں

فک الشکوک	۱ر
[illegible] المؤمنین	۸ر
قسطاس المستقیم	۴ر
سواء السبیل	۱ر
مسک العارف (چالیس حدیث سے حضرت اقدس کی تصدیق)	۱ر
ایقاظ النائمین	۱ر
آیات الرحمن بجواب عصائے موسیٰ	۸ر
اعلام الناس حصہ دوم	۶ر

المشتہر حکیم فضل الدین

حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام کی تائید و تصدیق میں عجیب و غریب کتابیں قابل دید۔

تشحیذ الاذہان حصہ اول	۵ر
[illegible] حصہ دوم	
الحسن الکلثوم	۵ر
رؤیائے صالحہ	۲ر
اعجاز احمدی غیر اعجاز احمدی تحفہ [illegible]	۱ر
سراج الحق	۱ر
یاجوج ماجوج نظم پنجابی	۱ر

سراج الحق نعمانی

جہاد کے قطعی استیصال کیلیے ایک تجویز

پیش کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

چونکہ تقریب جلسہ تاجپوشی ہمارے شہنشاہ عالی جاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کے در پیش ہے اور ہر ایک شخص پر جو زیر سایہ اس سلطنت پر امن کے رہتا ہے واجب ہے کہ اس خوشی سے حصہ لے اور اس موقعہ پر اپنی خیر خواہی اور خلوص کا اظہار کرے سو میں جو ایک گوشہ گزین انسان ہوں اور قبل اس کے جو دفعۃً موت پیش آوے اس پوشیدہ عالم کو دیکھ رہا ہوں جسکو اکثر دوسرے لوگ موت کے بعد دیکھینگے اسلیے میری معرفت اور حقیقت شناسی نے جو انصاف اور حق پسندی کو چاہتی ہے مجھے تحریک کی ہے کہ نہایت یکرنگی اور دلی جوش سے اپنے مشرب اور طریق کے مطابق اس موقعہ پر وہ باتیں ظاہر کروں جن کے لیے میرا دل جوش مار رہا ہے اور جنکو اپنا فرض سمجھتا ہوں سو سب سے اول میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کے منتخب لوگوں کی طرف سے جو میرے تخمینہ میں اب برٹش انڈیا کے متفرق بلاد میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہیں حضرت شہنشاہ قیصر کو سلطنت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ دعائے خیر کرتا ہوں اور جناب الٰہی سے چاہتا ہوں کہ وہ قادر کریم جسکی بے انتہا طاقت نے ذرہ ذرہ پر قبضہ کر رکھا ہے اس شہنشاہ کو جسکی سلطنت امن بخش اور ہر ایک ظالم سے حفاظت کرتی ہے تمام مکروہات زمانہ سے بچاوے اور فتح و ظفر نصیب کرے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس بات کی توفیق دے کہ ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کے خیر خواہ رہیں۔ اور دو رنگی سے بچیں۔

پھر بعد اس کے میرے دل میں جلسہ تاجپوشی کی تقریب پر ایک ارادہ دوبارہ جوش زن ہوا ہے جسکو میں آج سے قریباً بائیس برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ملک میں مسلمانوں کی توجہ کے لیے شائع کیا تھا اور پھر وقتاً فوقتاً میں اس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کرتا رہا اور غالباً بیس مرتبہ کے قریب میں نے اُس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کیا ہے مگر افسوس کہ ابتک وہ میرا مطلب پورا نہ ہوا۔ اب اس تقریب جلسہ تاجپوشی پر خوب موقع نکلا ہے کہ پھر میں یہ بات پیش کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس قدر مسلمانوں کو اپنی گورنمنٹ کے ساتھ دلی اطاعت کا جوش نہ ہو۔ وہ بد قسمتی ہے جو نفاق کے ساتھ گذارہ کرتی ہے۔ اور اب ہم نے قریباً پچاس سال کی مدت میں متواتر تجارب سے دیکھ لیا ہے کہ یہ گورنمنٹ درحقیقت مسلمانوں کے لیے ابر رحمت ہے۔ اس کے سایہ میں ہم امن سے گذارہ کرتے ہیں۔ اس کے سایہ میں اکثر مسلمان بہ نسبت اپنی پہلی حالت بے علمی سے بہت کچھ ترقی کر گئے ہیں۔ اور یہ گورنمنٹ انکی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کی محافظ ہے۔ اور ایسے عمدہ انتظام سے امن قائم کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر متصور نہیں۔ تو پھر کیا اس کے علما کا فرض نہیں ہے کہ وہ پوری توجہ سے سوچیں کہ کیوں آئے دن اس محسن گورنمنٹ کو سرحدی وحشیوں کی لڑائی کی مشکلات پیش آتے ہیں کیا اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ ابتک ایسے بد باطن ملا موجود ہیں جو ہمیشہ انکو یہی سبق دیتے رہتے ہیں کہ کافروں سے جہاد کرنا دین کا فرض اور بہشت کے حاصل کرنیکی ایک کنجی ہے۔ پس اسبات میں کچھ شک نہیں کہ جن اسباب سے یہ فتنہ ہمیشہ اُٹھتا رہتا ہے اُنھیں اسباب سے یہ فرد بھی ہوگا یعنی علما کے مقابل پر علما کی کوشش ضروری ہے۔

پس کیا ہمارے علما کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے کہ اس تدبیر کا اثر ان وحشیوں پر پڑے؟ بیشک کرتے ہیں اور اگر زیادہ اثر نہ ہو تو بلا کسی قدر ضرور اثر ہوگا۔ یہ گورنمنٹ بیشک با ہیبت اور با اقبال ہے اگر چاہے تو ایک کروڑ مفسدہ اور باغی کی بخوبی سرکوبی کر سکے لیکن آخر لڑائیوں میں عزیز جانیں ضائع ہوتی ہیں سو اگر کسی تدبیر سے کام نکلے تو کیوں جانیں ضائع ہوں۔ پس میرے نزدیک تدبیر یہ ہے کہ ایک کتاب مبسوط مخالفت جہاد میں لکھی جائے جس کا یہ مطلب ہو کہ بموجب آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اصول انصاف کے اس گورنمنٹ سے ہرگز جہاد درست نہیں کیونکہ وہ دادگستری اور حق پسندی اور رعیت پروری اور بہت سے اپنے منصفانہ اصولوں کی رو سے دین اسلام کی حامی ہے اور علاوہ اس کے مقابلہ کرکے دیکھلو کہ ہندوستان کے پہلے بادشاہوں کے زمانہ کی نسبت علمی ترقی اور امن اور آزادی میں گورنمنٹ انگریزی کی رعایا مسلمان کے آگے بڑھ گئے ہیں بلکہ اگر زیادہ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انگریزی قوانین اسلام کے لیے راستہ صاف کر رہے ہیں ان تمام امور کے لحاظ سے اس محسن گورنمنٹ سے بغاوت یا مقابلہ یا اس کی مخالفت میں آنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہونا ہے جب ایسی کتاب طیار ہو جائے۔ تو تمام سرحدی علما کے اس پر دستخط ہو جائیں۔ اور پھر وہ کتاب زبان پشتو اور فارسی اور عربی میں ترجمہ کیجائے اور ایسی کتاب کی بیس ہزار کاپیاں چھپوائی جائیں اور ملک میں اور دوسرے سرحدی ممالک میں تقسیم کی جائیں اگر ایسا ہو تو مینے منظور کیا ہے کہ دس ہزار روپے تک اسکی چھپوائی کے اخراجات میں خود دیدونگا مگر شرط یہ ہے کہ محض بیہودہ اور مجمل اور منافقانہ بیان نہ ہو بلکہ ہر ایک پہلو سے مکمل ہو میں اسبات کو خوب جانتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ وہ بیان کس قوت کے ہوتے ہیں جو دل کی سچائی سے نکلتے ہیں۔ اور وہ بیان کیسے بودے اور کمزور ہوتے ہیں جو محض منافقانہ ہوتے ہیں۔ منافقانہ بیان ایک مردہ بیان ہوتا ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک پھوڑہ کے اندر بہت سی پیپ بھری ہو اور بظاہر دنیائی دیتا ہو کہ ورم مٹ گیا ہے۔ مگر جو بیان دل سے نکلتا ہے وہ آخر دلوں کو جا پکڑتا ہے۔ میں اسبارہ میں ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتا جو گول مول ہوں اور صرف دو چار مختصر ورق ہوں۔ بلکہ چاہیئے کہ بہت مبسوط کتاب ہو اور اسمیں تین قسم کے زبردست دلائل ہوں۔

(۱) آیات قرآنی سے ممسک ہو۔

(۲) دوسرے حدیث سے ممسک ہو۔

(۳) تیسرے دلائل عقلیہ سے ممسک ہو۔

اور میں نے سُنا ہے کہ بعض والیان ریاست سرحد نے جہاد پر زور دینے کے لیے ایک کتاب لکھی ہے اس صورۃ میں اور بھی واجب ہوا کہ اُس کتاب کا اثر دور کر دیا جائے اگر گورنمنٹ یہ عذر پیش کرے کہ ایسی ہدایت گویا ایک جبر کی قسم ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ جبر نہیں ہے جبکہ انہیں لوگوں کی بھلائی اور امن کی ترقی اور عافیت کی اُمید ہے تو وہ جبر کیونکر ہو سکتا ہے ایسے خیالات مسلمانوں کو پستی کیطرف لے جا رہے ہیں۔ اور درندگی کی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور اس ملک کے علما کا کیا حرج ہے کہ ایسی مبسوط کتاب تصنیف کرکے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین کریں انپر کوئی خرچ نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس تمام خرچ کا میں ہی ذمہ اُٹھاتا ہوں لیکن جیسا کہ ابھی مینے بیان کیا ہے صفائی اور پوری دیانت سے ایسی کتاب تالیف ہونی چاہیئے میں انکی نسبت کوئی نہیں کرتا۔ مگر میرا کانشنس اسبات کو نہیں مانتا کہ جبتک پوری صفائی اور پورے دل کے جوش سے ایسی کتاب نہ لکھی جائے۔ اور ایسے تمام امور کی جڑ کاٹ نہ دکھا جائے جو جہادی

مسائل کیطرف حرکت دیتے ہیں۔ یا کسی آئندہ جہاد کی اُمید دیتے ہیں تب وہ کتاب مؤثر ہو سکے اسلیے ہمیں چاہیے کہ اُس جڑ کو اپنے عقائد کے اندر سے بکلی نکال دیں جسکی زہر کسی وقت پھوٹنے کے لیے طیار ہے میرے خیال میں یہ دو عقیدے جہاد کی جڑ ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جو اُمید کیجاتی ہے کہ اب عنقریب زمانہ میں کوئی ایسا مہدی آنے والا ہے کہ جو جہاد اور مذہبی لڑائیوں سے زمین کو خون سے بھر کر دیگا

(۲) دوسرے یہ کہ اُس مہدی کا ہاتھ بٹانے کے لیے کوئی مسیح آنیوالا ہے جس کا کام یہی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی سخت دل سپاہیوں کیطرح تلوار سے دین کو پھیلانا چاہے گا میں دیکھتا ہوں کہ اب ایسے عقیدوں کا زمانہ گذرتا جاتا ہے اور وہ جو ایسے عقیدوں کی سختی سے پیش آتے تھے اب وہ خود سمجھتے جاتے ہیں اور دل جلد جلد صاف ہوتے جاتے ہیں۔ بعض نادانوں کا پہلے اس زمانہ میں ان عقیدوں پر بہت غلو تھا اور اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو تہذیب سے اور انسانیت سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ وہ ان بیہودہ عقیدوں پر اب تک قائم ہیں۔ اگر یہ عقیدے قرآن شریف سے ثابت ہو سکتے تو ایسے عقیدہ والوں کو کچھ افسوس نہ تھا لیکن عجیب تو یہ ہے کہ ان بیہودہ عقیدوں کا قرآن شریف میں نام و نشان نہیں پایا جاتا سورۃ فاتحہ اور سورۃ نور اور کئی اور سورتوں میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے نبیوں کا سلسلہ آخر کو ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جس نے نہ تلوار اُٹھائی اور نہ جہاد کیا اور محض اخلاقی تعلیم کی قوت سے دلوں کو اپنی طرف کھینچا ایسا ہی محمدی سلسلہ میں جب وہی زمانہ آئے گا یعنی ہجرت سے چودھویں صدی آئیگی جو اُس زمانہ سے مشابہ ہے جبکہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوئے تھے تب حضرت عیسیٰ مسیح کی مانند اس اُمت میں بھی ایک شخص پیدا ہوگا جو نہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائیگا اور آرام سے اور صلحکاری سے دلوں کو خدا کیطرف پھیر دیگا۔ اور قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخری مسیح جو پہلے مسیح کے قدم پر آئے گا آدم کے زمانہ سے چھٹے ہزار کے آخر پر پیدا ہوگا یہ پیشگوئی ہے جو قرآن شریف میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ اسلام چودھویں میں اپنی ترقی کا تمام مدار اخلاقی اور عقلی اور اعجازی نمونوں پر رکھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھا یہی ہے جو دوسرے لفظوں میں مسیح کا دوبارہ آنا بیان کیا جاتا ہے۔ اسمیں یہ جتلانا منظور ہے کہ پہلے مسیح میں اور دوسرے مسیح میں ایسی مشابہت ہے کہ گویا وہ دونوں ایک ہی ہیں یہی ایک پیشگوئی ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے۔ باقی سب باطل اور جھوٹے قصے ہیں جو لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور مہدی کے متعلق جسقدر حدیثیں ہیں انمیں ایک بھی صحیح نہیں ہے قرآن نے دو مسیح بالمقابل رکھے ہیں ایک مسیح اسرائیلی اور ایک مسیح محمدی اور دونوں کی نسبت بیان ہے کہ وہ محض اخلاقی تعلیم اور آسمانی نشانوں سے دین کو پھیلانے والے ہیں پہلے اس ہر اسرائیلی سلسلہ میں موسیٰ اور یشوع وغیرہ نبیوں کی لڑائیوں سے یہ شک کیا گیا تھا کہ شاید یہ مذہب ایسا ہے کہ اسمیں بجز تلوار کے اور کچھ نہیں۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ وہ شک دلوں میں باقی رہے اس لیے اس نے موسوی سلسلہ کے آخری زمانہ میں یسوع مسیح کو بھیجا تا اپنی اخلاقی تعلیم سے اُس شک کو دور کرے اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی جبکہ پہلے زمانہ میں بطور مدافعت کے لڑائیاں ہوئیں تو لوگوں نے بعد میں یہ اعتراض اسلام پر کیا کہ وہ جبر سے دین کو پھیلانا چاہتا ہے حالانکہ وہ لڑائیاں مخالفوں کے حملوں کے دفع کے لیے تھیں نہ دین کے پھیلانے کے لیے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے صاف فرمایا کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ سو چونکہ اعتراض دلوں میں جم گیا تھا اور جاہل اور وحشی مسلمانوں نے بھی اپنے بد نمونوں سے اعتراض کو قوت دی تھی اور دینداری کا شعار غازی کہلانا سمجھا گیا تھا اور دین کے لیے تلوار اُٹھانا گویا بہشت کی کنجیاں ٹھہر گئی تھیں اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں اسلام پر بھی وہ زمانہ آ گیا کہ خدا اس غلطی کو اسلام میں سے نکالے اسی طرح جیسا کہ موسیٰ سے چودہ سو برس بعد عیسیٰ مسیح کو خدا نے بھیجکر یہودیوں کی غلطی کو نکال دیا۔ سو اصل بات تو صرف اسقدر تھی جسکو بعض نادانوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ ہے کہ اسلام کے عقلمند اور پاکدل لوگ اس حقیقت کو جلد تر سمجھ جائیں گے۔ میں صرف قیاسی طور پر نہیں کہتا بلکہ وہ نیک دل انسان جو ڈیڑھ لاکھ کے قریب میری اس ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔ وہ ایک زندہ گواہ میرے اس خیال کے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ہر روز اسلام میں سے غلط عقیدے اُٹھتے جاتے ہیں اور ان کے بدلے یہ پاک سلسلہ قائم ہوتا جاتا ہے میرے اس سلسلہ میں اگرچہ ایسے لوگ بھی بکثرت ہیں جو انگریزی خواں اور تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدوں پر مقرر ہیں مگر ایک گروہ کثیر انہیں علما کا بھی ہے مجھے ان کے ساتھ ان مسائل کے سمجھانے میں کوئی دقت نہیں اُٹھانی پڑی۔ بلکہ وہ ایسی آسانی سے سمجھ گئے گویا وہ پہلے سے ہی طیار تھے سو میں اس سے قیاس کرتا ہوں کہ اس پاک عقیدہ کے لیے قریباً کل دانشمند طیار ہیں اور عقلمند لوگ جہادی مسائل سے اندر ہی اندر بیزار ہو رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت قدیم سے خدا تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ وہ اپنے ضعیف بندوں کو نرمی اور رحم سے سمجھاوے۔ اور درحقیقت سچ یہی ہے کہ تلواریں محض زمین کو فتح کرتی ہیں۔ مگر اخلاقی تعلیم جو صرف زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ عملی طور پر دکھائی جائے وہ دلوں پر فتحیاب ہوتی ہے ان لوگوں نے خدا کا بڑا گناہ کیا ہے جنہوں نے قرآن کی اخلاقی تعلیم کو جو افراط تفریط سے پاک اور دنیا کی ہر ایک تعلیم سے اعلیٰ تھی اپنے وحشیانہ جنگوں اور ظالمانہ خونریزیوں کے نیچے چھپا دیا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں خدا کے منشا کے برخلاف یہ کارروائیاں اُنسے ہوئیں اس لیے انکو ایسے حملوں میں بجز ناکامی اور ذلت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ شکست اُٹھاتے اور مارے جاتے ہیں۔ لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ اگر ایسا کریں گے تو وہ خدا سے لڑیں گے اور خدا اُنسے لڑے گا کیونکہ اُسکا منشا یہی ہے کہ دنیا کو یہ معجزہ دکھاوے کہ نرمی سے اور صلح سے اور اخلاق کے کمال سے اور اعجازی نمونوں سے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ پس جو شخص اُسکے منشا کے برخلاف دین کے لیے تلوار اُٹھاتا ہے وہ اُسکے معجزہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور اُسکی حکمت کا دشمن ہے اس لیے کبھی اس کے لیے بہتری نہیں ہے اب کے بعد جو لوگ دین کے بہانہ سے تلوار اُٹھائیں گے گو وہ اپنی جہالت یا فریب سے مہدی کہلاویں یا ملا کے نام سے منسوب ہوں وہ بہت ذلیل ہوں گے کیونکہ خدا کے قدیم ارادہ کا انہوں نے مقابلہ کیا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو کئی لاکھ انسانوں نے سمجھ لیا ہے۔ اور کروڑہا انسان اس کے سمجھنے کے لیے مستعد ہو رہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ مجھے اسقدر مدد دے کہ میری اس تقریر کو اپنے طور پر اخبار وغیرہ میں شائع کر دے

اور اسمیں لکھدے کہ جو علما اور عقلا اور فتویٰ
دینے والے جہاد کے مخالف ہیں اور وہ کتاب
مخالفت جہاد پر دستخط کرنیکو طیار ہیں وہ ایک
خاص عہدہ دار کے پاس جسکو گورنمنٹ پسند کرے
اپنے عرائض اخیر جون ۱۹۰۳ء تک یا اُس
مدت تک جو گورنمنٹ مناسب سمجھے بھیجدیں
اور ان کے منتخب عالم جہاد کی مخالفت کے
بارے میں اپنی اپنی جگہ ایک ایک کتاب
لکھیں۔ جنمیں سے ایک یہ راقم بھی ہوگا۔ پھر
مناسب ہے کہ ان تمام کتابوں میں سے جس
کتاب کو گورنمنٹ پسند کرے اور پیر ریویو دیکھے
اُسپر سب علما کے دستخط ہو جائیں اور پھر وہ
فارسی اور پشتو اور عربی میں ترجمہ ہوکر بلاد
اسلامیہ میں شائع کی جائے اور گورنمنٹ خسروانہ
مہربانی کرکے ایسی کتابوں کی تالیف کے لیے
بذریعہ اپنے اشتہار کے اطلاع دے اور مناسب
ہوگا کہ تالیف کتاب کے لیے ایک برس مہلت
رکھی جائے تا تکمیل کتاب میں کوئی دقیقہ رہ نہ
جائے۔ یاد رہے کہ وحشی قوموں کو مہذب بنانے
کے لیے جو ملاؤں کے پنجہ میں ہیں اس سے
زیادہ کوئی تدبیر موزوں نہیں ہوگی جو علماء کے
فتنہ کا علاج علماء کے ساتھ ہی کیا جائے۔
اب یہ زمانہ نیا رنگ پکڑ گیا ہے اور عملی تجربہ
نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریق جو میں نے بیان کیا
ہے بہت مؤثر ہے۔ پس ہماری گورنمنٹ
کو چاہیے کہ اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھاوے
مسلمانوں کے لیے اس بات کے بیان کرنیکی
ضرورت نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا یہ بڑا
فضل ہے کہ یہ عادل گورنمنٹ اُنپر حکمرانی کر رہی
ہے۔ اگر یہ گورنمنٹ اس ملک سے دستکش ہو
جائے تو چند روز میں قوموں کی باہم کشت
و خون سے خون بہنے شروع ہو جائیں اور
کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھالیں۔ تب
ہاتھ جوڑ کر پھر اس گورنمنٹ کو اپنے ملک میں
لاویں گے۔ انسان کے لیے امن اور عافیت
کی زندگی اور عادل سلطنت کے زیر سایہ رہنا
بڑی چیز ہے گویا اُسے دنیا میں بہشت ہے
اور جن حکومتوں کے ماتحت جان و مال ہر دم
خطرہ میں ہے وہ اگرچہ مسلمان کہلا دیں مگر
اُن کا وجود آرام دہ نہیں ہے ہم لوگوں کی یہ
خوش قسمتی ہے کہ ہمکو ایسے حکام ملے ہیں جو
حکومت کی کرسی پر بیٹھکر مذہبی رعایتوں کو طاق
پر رکھدیتے ہیں اور جو تقاضا انصاف اور
عدالت کا ہے وہی کرتے ہیں مجھے اس بات کے
لکھنے سے خوشی ہے کہ میرے پاس اس دعویٰ پر
ایک نظیر بطور ثبوت کے ہے جسپر غور کرنے سے
معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ انگریزی کسقدر نیتیں
نیک ہیں اور وہ کسقدر عدالت اور انصاف
کے دلدادہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ چند سال
ہوئے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے جن کا
نام ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہے ایک جھوٹا
مقدمہ اقدام قتل کا میرے پر دائر کیا میرا خیال
ہے کہ یہ انکا گناہ نہیں تھا بلکہ بعض عیسائیوں
نے انکو دھوکا دیا تھا پھر وہ مقدمہ کپتان
ڈگلس کمشنر گورداسپور کی عدالت میں جو
حال میں دہلی کے ڈپٹی کمشنر ہیں تحقیقات
ہوتا رہا صاحب موصوف نے اُس مقدمہ پر
پوری توجہ سے غور کی اور کئی دنوں کی کوشش
کے بعد معلوم کر لیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اور
سراسر بہتان ہے۔ تب اُسکو خارج کیا اور
مجھے پوری صفائی سے بری فرمایا۔ اس مقدمہ
کے دیکھنے والے ہزارہا آدمی تھے جاہلوں کو
یہ خیال تھا کہ ایک مشنری کا مقدمہ اور انگریز
کے پاس ہے وہ بہرحال اس مشنری کی رعایت
کریگا۔ لیکن جس روز وہ مقدمہ خارج کیا گیا اُس
دن لوگوں کے مُنہ سے بے اختیار نکلتا تھا
کہ درحقیقت انگریز ایک ایسی قوم ہے کہ جو انصاف
کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور میں چونکہ خوب
جانتا تھا کہ یہ محض بے اصل اور قابل شرم
بہتان تھا اور میرا صرف خدا پر بھروسا تھا
اس لیے اس مقدمہ کے راست راست فیصلہ
ہونے پر میرا اعتقاد تھا انگریزی سلطنت
کے عدل پسند حکام کی نسبت زیادہ بڑھ گیا
اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ انگریز حکام صرف عدل
پسند ہی نہیں ہیں بلکہ خدا نے انکو عقل الٰہی
دی ہے کہ مخفی حقیقت کی تہ تک پہنچ جاتے
ہیں۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ جب ایک حاکم کے
سامنے ایسا مدعی آوے جو اسکی قوم کا بزرگ
اور قابل تعظیم جنٹلمین ہو اور مقابل میں ایسا
جیسا ہو دنیا سے الگ جسپر ایک طرف بباعث
فرقہ جدیدہ ہونے کے قوم ناراض ہے اور
دوسری طرف ایک فرقہ جدیدہ کا بانی ہونا
انتظاماً بھی نگرانی کے لائق ہے پھر پوری
پوری عدالت سے کام لیا جائے میں نہیں
سمجھ سکتا کہ اسکی نظیر ابھی تک کسی دوسرے
فرقہ میں موجود ہے اور نہ میں اسکا قائل
ہو سکتا ہوں جبتک کہ اسکو دیکھ نہ لوں۔
پس جس قوم میں ایسے عدل پسند حکام ہیں جو
فیصلہ کیوقت خدا سے ڈرتے ہیں اور عدالت
کو ہر ایک تعارف پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اپنی
قوم کے بزرگوں کی بھی عدالت میں رعایت
نہیں کرتے انکا سچا وفادار نہ ہونا میں نہیں
سمجھ سکتا کہ اس سے زیادہ کوئی بدبختی اور
شقاوت ہے۔ ہاں اس نمونہ کو جو کپتان
ڈگلس کی عدالت میں دیکھا ضائع نہیں کیا
بلکہ ایک کتاب اُسکے نام پر تالیف کر کے
شائع کر دی۔ اور میں جانتا ہوں کہ صدہا
سال تک یہ عادلانہ کارروائی میری جماعت
کو یاد رہے گی۔

امام الزمانؑ کی ڈائری

۱۵ فروری ۱۹۰۳ء

قبل از ظہر

ایک صاحب گوڑگانوہ سے تشریف لائے ہوئے
تھے حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا بعد از بیعت
حضرت اقدس نے انکو مخاطب کرکے فرمایا کہ ہماری
طرف سے تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ مسنون طور سے
اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے
قرآن شریف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو مبعوث کرکے یہ امر صاف طور پر بیان کر دیا کہ
کہ انکی پیروی کے سوا کوئی راہ اسکی رضا جوئی کی
باقی نہیں ہے۔ جو خدا کے فضل کا جویاں ہو
اسی دروازہ کو کھٹکھٹاوے اُسکے لیے کھولا
جائیگا بجز اس دروازہ کے تمام دروازے بند
ہیں نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم
ہو چکی شریعت قرآن شریف کے بعد ہرگز نہیں
آئیگی۔ انسان کو کشوف اور وحی اور الہام کا
کبھی طالب نہ ہونا چاہیے بلکہ یہ سب تقویٰ
کا نتیجہ ہیں۔ جب جڑ ٹھیک ہو گی تو اُس کے
لوازم بھی خود بخود آجاویں گے۔ دیکھو جب
سورج نکلتا ہے تو دھوپ اور گرمی جو اسکا خاصہ
ہیں خود بخود ہی آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب
انسان میں تقویٰ آجاتا ہے تو اُس کے لوازم
بھی اُسمیں ضرور آجاتے ہیں۔ دیکھو جب
کوئی دوست کسی کے ملنے کیواسطے جاوے
تو اُسکو یہ اُمید تو نہ رکھنا چاہیے کہ میں اُسکے
پاس جاتا ہوں تو وہ مجھے پلاؤ زردے اور حلوے
اور قلیے کھلائے گا۔ اور میری خاطر تواضع کریگا
نہیں بلکہ صادق دوست کی ملاقات کی خواہش
ہوتی ہے بجز اسکے اور کسی کھانے یا مکان یا عمدہ
کی پرواہ اور خیال بھی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ
اپنے صادق دوست کے پاس جاتا ہے
پھر ہنا جاتا ہے تو کیا وہ اُسکی خاطرداری
کوئی دقیقہ باقی بھی اُٹھا رکھتا ہے ہرگز نہیں
بلکہ جہانتک اُس سے بن پڑتا ہے وہ اپنی طاقت

سے پرہیز کرو جیسی اُسکی تراضع کے واسطے تکلف سامان کرتا ہے ۔ غرض یہی حال روحانیت اور اُس دوست اعلیٰ کی ملاقات کا ہے ۔ الہامات یا کشوف وغیرہ چیزوں کے سہارے والا ایمان ایمان کامل نہیں وہ کمزور ایمان ہے جو کسی چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے ۔ انسان کی غرض اور اصل مدعا صرف رضا الٰہی اور وصول الی اللہ چاہئے آگے جب یہ اُسکی رضا حاصل کرے گا تو خدا تعالیٰ اُسکو کیا کچھ نہ دے گا ۔ خود اس امر کی درخواست کرنا سوء ادب ہے ۔

دیکھو اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے ۔ انسان کا مدعا صرف اس ایک وحدہ لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیے شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے ۔ رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیے دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اُس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں ۔ آجکل فقرا کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور درود وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں سو تم ان سے پرہیز کرو ان لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیا ہونیکی مہر کو توڑنا چاہا ہے گویا اپنی الگ ایک شریعت بنائی ہے ۔ تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریق ہیں انکے سوا خدا کے فضل اور برکات اور رحمت کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں ۔ بھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے ۔ ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں سے اُسے تلاش کرتا ہے ۔

دیکھو گناہ کبیرہ بھی ہیں اُنکو تو ہر ایک جانتا ہے اور اپنی طاقت کے موافق نیک انسان ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر تم تمام گناہوں سے کیا کبائر اور کیا صغائر سب سے بچو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جس کے استعمال کے ساتھ زندہ رہنا محال ہے ۔ گناہ ایک آگ ہے جو روحانی قویٰ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے پس تم ہر قسم کے کیا صغیرہ کیا کبیرہ سب اندرونی بیرونی گناہوں سے بچو ۔ آنکھ کے گناہوں سے ہاتھ کے گناہوں سے کان ناک اور زبان اور شرمگاہ کے گناہوں سے بچو غرض ہر عضو کے گناہ کے زہر سے بچتے رہو اور پرہیز کرتے رہو ۔

نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے نماز کی یہ صفت ہے کہ یہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے سو تم ویسی نماز کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو ۔ نماز نعمتوں کی جان ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ سے آتے ہیں سو اسکو سنوار کر ادا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو ۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارا طریق نرمی ہے ہماری جماعت کو چاہیے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر نرمی سے کام لیا کریں تمہاری آواز تمہارے مقابل کے آواز سے بلند نہ ہو اپنی آواز اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دلکو تمہاری آواز سے صدمہ نہ ہووے ۔ ہم قتل اور جہاد کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم تو مقتولوں اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے اور انمیں زندگی کی روح پھونکنے کو آئے ہیں ۔ تلوار سے ہمارا کاروبار نہیں اور نہ یہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہے ہمارا مقصد نرمی سے ہے اور نرمی سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے ۔ غلام کو وہی کرنا چاہیے جو اُسکا آقا اُسکو حکم کرے ۔ جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے تو ہم کیوں سختی کریں ثواب تو فرمانبرداری میں ہوتا ہے اور دین تو سچی اطاعت کا نام ہے نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کی تابعداری سے جوش دکھاویں ۔ یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اُسکی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے ۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹھ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کیے جاتے ہیں ۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے ۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اُسکی عقل موٹی اور فہم کُند ہوتا ہے ۔ اُسکو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیے جاتے ۔ غضب نصف جنون ہے اور جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے ۔

ہماری جماعت کو چاہیے کہ کل ناکردنی افعال سے دور رہا کریں وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جایا کرتی ہے سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو اُن وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا نے ہمیں دیے ہیں ۔

جیسے نصیحت کرنی ہو تو اُسے زبان سے کرو ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے پس جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کے موافق اپنا عملدرآمد رکھو اسی طرز کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۔ مگر یاد رکھو کہ جیسے یہ باتیں حرام ہیں ویسے ہی نفاق بھی حرام ہے ۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں پیرایہ ایسا نہ ہو جاوے کہ اُسکا رنگ نفاق سے مشابہ ہو ۔ موقع کے موافق ایسی کارروائی کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو تمہاری نرمی ایسی نہ ہو کہ نفاق بن جاوے اور تمہارا غضب ایسا نہ ہو کہ بارود کیطرح جب آگ لگے تو ختم ہونے میں نہیں آتی ۔ بعض لوگ تو غصہ سے سودائی ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی سر میں پتھر مار لیتے ہیں ۔ اگر ہمیں کوئی گالی دیتا ہے تو بھی صبر کرو ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے پیر و مرشد کو گالیاں دی جاویں یا اُس کے رسول کے متعلق ہتک آمیز کلمے کہے جاویں تو کیسا جوش ہوتا ہے مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا اُس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سبکو تشویش ہو ۔ سب نبیوں کو گالیاں دیگئی ہیں یہ انبیا کا ورثہ ہے ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے ۔ ایسے بنجاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو ۔ تمکو گویا غضب کے قویٰ ہی نہیں دیے گئے ۔ دیکھو اگر کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نور نہیں آئے گا نور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے جب نور آجائیگا تو ظلمت نہیں رہیگی ۔ تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو ۔ جو جو کسی قوت میں ہو اُسے اُس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کرکے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو

نکال پھینکو اور سارے اعضا کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔ توبہ کرتے ہو۔ استغفار کرو۔ دعا سے معرفت کام لو۔ ولی کیا ہوتے ہیں یہی صفات تو اولیا کے ہوتے ہیں۔ انکی آنکھ ہاتھ پاؤں غرض کوئی عضو ہو منشاء الٰہی کے خلاف حرکت نہیں کرتے خدا کی عظمت کا بوجھ ان پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کی اجازت کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتے۔ پس تم بھی کوشش کرو خدا بخیل نہیں۔ ۔ ع

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

پھر نماز ظہر ہوئی اور حضرت تشریف لے گئے۔

دربار شام

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے واسطے دعا کی جاوے کہ میری زبان قرآن شریف میں اچھی طرح ادا کرے گی۔ قرآن شریف ادا کرنے کے قابل نہیں اور چلتی نہیں میری زبان کھل جاوے

فرمایا کہ تم صبر سے قرآن شریف پڑھتے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو کھول دے گا قرآن شریف میں یہ ایک برکت ہے کہ اس سے انسان کا ذہن صاف ہوتا اور زبان کھل جاتی ہے بلکہ اطبا بھی اس بیماری کا اکثر یہ علاج بتایا کرتے ہیں۔

۲۷ فروری ۱۹۰۳ء قبل از عصر

مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور اردو کتابوں کا تو کبھی بھی پروف نہیں آتا۔

فرمایا۔ اردو کیا بھیجنا ہوتا ہے وہ تو صاف ہوتا ہے ہاں بعض نادان اتنا اکثر اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ اردو میں پنجابی ملا دیتے ہیں مگر یہ انکی غلطی ہے۔ ایک شخص نے میری طرف سے کسی ایسے ہی معترض کو جواب دیا کہ تم انصاف کرو کہ اگر وہ اردو میں پنجابی کے الفاظ ملا دیتے ہیں تو غضب کیا ہوا انکی ملکی اور مادری زبان ہے اسکا کیا حق نہیں جب وہ انگریزی یا عربی اور دوسرے کسی زبان کا کوئی لفظ اردو میں ملاتے ہیں تو تم اعتراض نہیں کرتے مگر جب کوئی پنجابی کا لفظ ملیا وے تو اعتراض کرتے ہو۔ شرم تو کرو یہ اگر تعصب نہیں تو کیا ہے۔

دربار شام

ایک شخص نے خط لکھا تھا کہ حضور مجھ کو کرایہ بھیجا جاوے میں حاضر خدمت ہونگا

فرمایا من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ ہم نے بار بار ایسے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے کہ ان میں اخلاص اور نیک نیتی نہیں ہوتی تو کیا ضرورت ہے کہ اسطرح پر روپیہ ضائع کیا جاوے یہی روپیہ دینی کام میں خرچ ہوگا کیا ایسا شخص جو معترض ہے وہ ہمارے حافظ معین الدین سے بھی گیا گذرا ہے یہ بھی ہمیں قریباً پندرہ یا بیس روپے دیچکا ہے کبھی چار اور کبھی دو روپیہ اور دیتا ہے تو ایسے بیکس شخص جب لنگر اور دیگر اخراجات کے واسطے کچھ دیسکتے ہیں تو وہ شخص کیوں اپنا بوجھ نہیں سنبھال سکتا۔ اور شریعت نے تو بوجھ بھی نہیں ڈالا حج کی توفیق نہ ہو تو حج بھی ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح اس جگہ بھی گھر بیٹھے بٹھلائے بیعت ہو سکتی ہے صرف ایک پیسہ کا کارڈ صرف ہوتا ہے۔

فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ رات اور دن میں فرق ہی کیا ہے صرف نور اور ظلمت کا فرق ہے سو وہ نور تو مصنوعی بھی بن سکتا ہے بلکہ رات میں تو یہ ایک برکت ہے۔ خدا نے بھی اپنے فیضان عطا کرنے کا وقت رات ہی رکھا ہے چنانچہ تہجد کا حکم رات کو ہے رات میں دوسری طرفوں سے فراغت اور کشمکش سے بیفکری ہوتی ہے۔ اچھی طرح دلجمعی سے کام ہو سکتا ہے رات کو مردہ کی طرح پڑے رہنا اور سونے سے کیا حاصل اگر ہو سکے تو دین کی خدمت کرنی چاہیے اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہے کہ انسان کا وقت وجود قوی مال جان خدا کے دین کی خدمت میں خرچ ہو۔ ہمیں تو صرف مرض کے دورہ کا اندیشہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی کرتا ہے کہ ساری ساری رات کیے جاویں۔ بیماری تو قریباً تمام کتابیں امراض و عوارض میں ہی لکھی گئی ہیں۔ ازالہ اوہام کے وقت میں بھی ہمکو خارش تھی قریباً ایک برس تک وہ مرض رہا تھا۔

اللہ اللہ کیا ہی عمدہ قرآنی تعلیم ہے کہ انسان کی عمر کو خبیث اور مضر اشیا کے ضرر سے بچا لیا یہ منشی چیزیں شراب وغیرہ انسان کی عمر کو بہت گھٹا دیتی ہیں اسکی قوت کو برباد کر دیتی ہیں اور بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہیں یہ قرآنی تعلیم کا احسان ہے کہ کروڑ ہا مخلوق ان گندے امراض سے بچ گئے جو ان نشہ کی چیزوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

قادیان کے آریہ سماج کے جلسہ پر جو آریہ آئے تو ان کے گندے دہنوں اور گالی گلوچ کا کسی نے حضرت اقدس کی خدمت میں ذکر کیا۔

فرمایا کہ انسانی زبان کی چھری تو رک سکتی ہی نہیں جب خدا کا خوف کسی دل میں نہ ہو۔ انسانی زبان کی بیباکی اس امر کی دلیل ہے کہ اسکا دل سچے تقویٰ سے محروم ہے۔ زبان کی تہذیب کا ذریعہ صرف خوف الٰہی اور سچا تقویٰ ہے۔ انکی گالیوں پر نہیں کیا افسوس ہو انھوں نے تو نہ خدا کو سمجھا اور نہ حق العباد کو انکو خبر ہی نہیں کہ زبان کس چیز سے رکتی ہے۔

تمام قوت اور توفیق خدا ہی کو ہے اور اسکی عنایت اور نصرۃ سے ہی انسان کچھ لکھ پڑھ سکتا ہے شاید اس کتاب کے خاتمہ کے لکھی جانے سے اس قوم کی قوت و ہمت اور دلائل کا خاتمہ ہو جاوے۔

میں نے کل سوچا کہ اسمیں کیا حکمت ہے کہ جب کوئی صادق خدا کیطرف سے آتا ہے تو اسکو لوگ کتوں کیطرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اسکی جان اس کا مال اسکی عزت و آبرو کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مقدمات میں اسکو کھینچتے ہیں گورنمنٹ کو اس سے بدظن کرتے ہیں غرض ہر طرح جسطرح ان سے بن پڑتا ہے اور تکلیف پہنچا سکتے ہیں اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں رہتی ہر پہلو سے اس کے استیصال کرنے پر آمادہ اور ہر ایک کمان سے اس پر تیر مارنے کو کمربستہ ہوتے ہیں چاہتے ہیں کہ ذبح کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے قیمہ کر دیں۔ ادھر تو یہ جوش اٹھتا ہے مگر دوسری طرف اس کے پاس ہزار در ہزار لوگ آتے ہیں شرک و بدعت میں مبتلا ہوتے اور حق اللہ انسان کو دیا جاتا ہے مگر ان میں مولویوں کو اس امر کی پروا نہیں ہوتی۔ ہزاروں کنجر اور لنگوٹی پوش فقیر بنتے اور خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں مگر ان لوگوں کو قتل اور کفر کا فتویٰ کوئی نہیں دیتا۔ ان کی ہر حرکت بدعت اور شرک سے پر ہوتی ہے انکا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جو سلسلہ اسلام کے خلاف نہ ہو مگر ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ ان کے لیے کسی دل میں جوش نہیں اٹھتا۔ غرض اسمیں میں سوچتا تھا کہ کیا حکمت ہے تو میری سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ صادق کا ایک معجزہ ظاہر کرے کہ باوجود اس قسم کی مخالفت کے اور دشمن کے تیر و تبر کے چلانے کے صادق بچایا جاتا۔ اور اس کی روز افزوں ترقی کی جاتی ہے۔ خدا کا ہاتھ اسے بچاتا اور اسکو شاداب و سرسبز کرتا ہے۔ خدا کی غیرت نہیں چاہتی کہ کاذب کو بھی اس معجزہ میں شریک

کرے اسی واسطے اُسکی طرف سے دنیا کے دلوں کو بے پروا کر دیتا ہے گویا اُس جھوٹے کی کسیکو پروا نہیں ہوتی۔ اُسکا وجود لوگوں کو تحریک نہیں دیتا۔ مگر برخلاف اس کے صادق کا وجود تباہ ہونے والے لوگوں کو بیقرار اور بیچین کرکے ایک رنگ میں ایکطرح سے غیرت دلاتا ہے اور اُن کے دل بیقرار ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل اندر ہی اندر جانتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا کاروبار تباہ کرنے آیا ہے۔ اس واسطے نہایت اضطراب کیوجہ سے اُس کے ہلاک کرنیکے لیے تمام ہتھیاروں سے دوڑتے ہیں مگر اُس کا خدا خود محافظ ہوتا ہے۔ خدا خود اُس کے واسطے طاعون کیطرح واعظ بھیجتا اور اُسکے دشمنوں کے واعظوں پر اُسے غلبہ دیتا ہے وہ خدا کے واعظ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اب دیکھیے کہ اتنے لوگ جو ہر جمعہ کو بیعت کی نوبت اکثر پچاس ساٹھ تک پہنچ جاتی ہے انکو کون بیعت کے لیے لاتا ہے یہی طاعون کا ڈنڈا ہے جو انکو ڈرا کر ہماری طرف لے آتا ہے ورنہ کب ماننے والے تھے۔ اسی فرشتہ نے انکو جگایا ہے +

۲۸ فروری سنہ ۱۹۰۳ء

دربار شام

دربار شام میں آریہ لوگوں میں سے چند لوگ حضرت اقدس کی زیارت کے واسطے آئے۔ حضرت نے پوچھا آپ بھی اس جلسہ کی تقریب پر آئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ حضور ہم لوگ تو اصل میں یہ بات سنکر آئے ہیں کہ آپ کا بھی لیکچر ہوگا ورنہ ہماری اسجگہ آنیکی چنداں خواہش نہ تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر قوم میں کچھ شریف لوگ بھی ہوتے ہیں جنکا مقصد کسی بیجا حقارت یا کسیکو بیجا گالی گلوچ دینا یا کسی قوم کے بزرگوں کو برا بھلا کہنا انکا مقصد نہیں ہوتا۔ مگر ہم تو جو کام کرتے ہیں وہ خدا کے حکم اور اسکی اجازت اور اُس کے اشارہ سے کرتے ہیں۔ اُس نے ہمیں اس قسم کے زبانی مباحثات سے روک دیا ہوا ہے چنانچہ ہم کئی سال ہوئے کہ کتاب انجام آتھم میں اپنا یہ معاہدہ شائع بھی کر چکے ہیں اور ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ زبانی مباحثات کی مجالس میں نہ جاوینگے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے مجمعوں میں مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں کوئی تو محض جاہل اور دوسرے ہندی کے خیال پر آتے ہیں کوئی اس واسطے کہ تا کسی کے بند گو لوگوں کو گالی گلوچ دیکر دل کی ہوس پوری کرلیں۔ اور بعض سخت تیز طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ سو جہاں اس قسم کا مجمع ہو ایسی جگہ جاکر مذہبی مباحثات کرنا بڑا نازک معاملہ ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب دو شخص مقابل میں کھڑے ہوتے ہیں جبتک وہ یہ ثابت کرکے نہ دکھا دیں کہ دوسرا مذہب بالکل غلطی پر ہے اور اسمیں صداقت اور روحانیت کا عنصر نہیں وہ مردہ ہے اور خدا سے اُسے تعلق نہیں ہے تب تک اسکو اپنے مذہب کی خوبصورتی دکھانی مشکل ہوتی ہے کیونکہ یہ دوسرے کے معائب کا ذکر کرنا ہی پڑے گا جو غلطیاں ہیں اُسمیں اگر انکا ذکر نہ کیا جاوے تو پھر اظہار حق ہی نہیں ہوتا۔ تو ایسی باتوں سے بعض لوگ بھڑک اُٹھتے ہیں وہ نہیں برداشت کرسکتے طیش میں آکر جنگ کرنیکو آمادہ ہوتے ہیں لہذا ایسے موقع پر جانا مصلحت کے خلاف ہے اور مذہبی تحقیقات کے واسطے ضروری ہے کہ لوگ ٹھنڈے دل اور انصاف پسند طبیعت لیکر ایک مجلس میں جمع ہوں۔ ایسا ہو کہ اُن میں کسی قسم کے جنگ وجدال کے خیالات جوش زن نہ ہوں تو بہتر ہو۔ پھر ایسی حالت میں ایک طرف سے ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور جہانتک وہ بول سکتا ہے بولے پھر دوسری طرف سے جانب مقابل بھی اسی طرح نرمی اور تہذیب سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اسیطرح بار بار ہوتا رہے۔ مگر افسوس کہ ابھی تک ہمارے ملک میں اس قسم کے متحمل لوگ اور صبر اور نرم دلی سے تحقیق کرنے والے نہیں ہیں۔ ابھی ایسا وقت نہیں آیا ہاں اُمید ہے کہ خدا جلدی ایسا وقت لے آویگا ہم نے تو ایسا ارادہ بھی کیا ہے کہ یہاں ایک ایسا مکان تیار کرایا جاوے جس میں ہر مذہب کے لوگ آزادی سے اپنی اپنی تقریریں کرسکیں درحقیقت اگر کسی امر کو ٹھنڈے دل اور انصاف کی نظر اور بردباری سے نہ سنا جاوے تو اسکی سچی حقیقت اور تہ تک پہونچنے کیواسطے ہزاروں مشکلات ہوتے ہیں دیکھیے ایک معمولی چھوٹا سا مقدمہ ہوتا ہے تو اسمیں جج کسطرح طرفین کے دلائل اُن کے عذر وغیرہ کس ٹھنڈے دل سے سنتا ہے اور پھر کس طرح سوچ بچار کر پوری تحقیقات کے بعد فیصلہ کرتا ہے۔ بعض اوقات سال ہی گذر جاتے ہیں۔ جب دنیا کے مقدمات کا یہ حال ہے تو دین کے مقدمات کا کیونکر دو چار یا دس پانچ منٹ میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ سائل کو سوال کرنا تو آسان ہے مگر جواب دینے والے کو جو مشکلات ہوتی ہیں اُنکا اندازہ کرنا مشکل ہے ایک شخص اعتراض کردیوے کہ نظام شمسی کے متعلق اور ستاروں اور زمین کے متعلق حالات مجھے بتا دو اور جتنے وقت میں میں نے سوال کیا ہے اُتنا ہی تمہیں وقت دیا جاتا ہے کہ اتنے وقت کے اندر اندر جواب دو ورنہ تم جھوٹے ہو۔ اب صاف عیاں ہے کہ جواب دینے والا کیا کرے وہ جب تک کئی جز کی کتاب نہ لکھے تب تک جواب پورا نہ ہوتا ہوا۔ غرض اسطرح کی مشکلات ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔ یہ وجوہ ہیں جو ہمیں ان جلسوں میں جانے سے روکتے ہیں۔ اگر سائل ایسا کرے کہ لو صاحب میں نے سوال کیا ہے تم جب تک اسکا جواب کامل کرو میں خاموش ہوں تو جواب دینے والے کو بھی مزہ آوے اصل میں جو باتیں خدا کے لیے ہوں اور جو دل خدا کی رضا کے واسطے ایسا کرتا ہے اور اُسکا دل سچی تقوی سے پر ہے وہ تو کبھی ایسا کرتا نہیں۔ مگر آج کل زبان چھری کیطرح چلتی ہے اور صرف ایک حجت بازی سے کام کیا جاتا ہے۔ خدا کے لیے ایسا ہوگا تو وہ باتیں اور وہ طرز ہی اور ہوتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل ہی پر جاکر بیٹھتا ہے۔ حق جو کے سوال کی بھی ہمکو خوشبو آجاتی ہے۔ حق جو ہو تو اُسکی سختی میں بھی ایک لذت ہوتی ہے اُسکا حق ہوتا ہے کہ جو امر اُسکی سمجھ میں نہیں آیا اُس کے متعلق اپنی تسلی کرائے اور جبتک اُسکی تسلی نہ ہووے اور پورے دلائل نہ ملجاویں تب تک بیشک وہ پوچھے ہمیں برا نہیں لگتا۔ بلکہ ایسا شخص تو قابل عزت ہوتا ہے + جو باتیں خدا کے لیے ہوتی ہیں وہ کہاں اور نفسانی ڈھکوسلے کہاں۔ ہمنے اپنی جماعت کو بھی بارہا سمجھایا ہے کہ کسی پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرو ہر ایک مذہب اصل میں خدا ہی کی طرف سے تھا۔ مگر زمانہ دراز گذرنیکی وجہ سے اُسمیں غلطیاں پڑ گئی ہیں اُنکو آہستگی اور نرمی سے دور کرنیکی کوشش کرو۔ کسیکو پتھر کیطرح اعتراض کا نشانہ نہ بناؤ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک کپڑا بازار سے لیکر سلایا جاتا اور پہنا جاتا ہے چند روز کے بعد وہ پرانا ہو جاتا اور اسمیں تغیر آکر کچھ اور کا اور ہی ہو جاتا ہے۔ اسیطرح پرانے مذہب میں بھی صداقت کی جڑ ضرور ہے۔ خدا راستی کے ساتھ ہوتا ہے اور سچا مذہب اپنے اندر زندہ نشان رکھتا ہے کیونکہ درخت اپنے پھلوں سے شناخت ہوتا ہے۔ گورنمنٹ جو اس ورا الورا ہستی کا ایک نہایت کمزور

غل ہے اسمیں ہم دیکھتے ہیں کہ انکی نظر میں صادق کیسے عزیز اور معتبر ہوتے ہیں وہ افسر یا ملازم جنکو گورنمنٹ نے خود کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمایا ہوتا ہے وہ کس دلیری سے کام کرتا ہے اور ذرا بھی پوشیدگی پسند نہیں کرتا مگر وہ ایک مصنوعی ڈپٹی کمشنر یا تھانہ دار وغیرہ جو جعلی طور پر کسی جگہ خود بخود حاکم بنکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کیا وہ گورنمنٹ کے سامنے ہو سکتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو یہ پتہ لگیگا اُسکو ذلیل کریگی اور وہ ہتکڑی لگا کر جیلخانہ میں یا اور سزا ملے گی یہی حال ہے مذہبی ہستی کا جو خدا کی نظر میں صادق ہوتا ہے اُسمیں خدا کے نشان اور جرأت اور صداقت کے آثار ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت زندہ ہوتا ہے اور اُسکی عزت ہوتی ہے

اصل میں خدا سے ڈرنے والے کو تو بڑے بڑے مشکلات ہوتے ہیں انسان پاک صاف تو جب جاکر ہوتا ہے کہ اپنے ارادوں کو اور اپنی باتوں کو بالکل ترک کرکے خدا کے ارادوں کو اسی کی رضا کے حصول کے واسطے فنا فی اللہ ہو جاوے۔ خودی اور تکبر اور نخوۃ سب اس کے اندر سے نکلجاوے اُسکی آنکھ اُدھر دیکھے جدھر خدا کا حکم ہو اُس کے کان اُدھر لگیں جدھر اُسکے آقا کا فرمان ہو اُسکی زبان حق و حکمت کے بیان کرنیکو کھلے اُس کے بغیر نہ چلے جبتک اُس کے لیے خدا کا اذن نہ ہو اُسکا کھانا پہننا سونا پینا مباشرت وغیرہ کرنا سب اسواسطے ہو کہ خدا نے حکم دیا ہے اسواسطے نہ کھائے کہ بھوک لگی ہے بلکہ اسلیے کہ خدا کہتا ہے۔ غرض جبتک مرنے سے پہلے مر کر نہ دکھاوے تب تک اسقدر رتبہ تک نہیں پہونچتا کہ متقی ہو۔ پھر جب یہ خدا کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کرتا ہے تو خدا کبھی اسے دوسری موت نہیں دیتا۔ آجکل دیکھا جاتا ہے کہ جب لب کھولا جاتا ہے تو اُنکی باتوں میں سے سوائے ہنسی ٹھٹھے اور دل دکھانے والے کلمات کے کچھ نکلتا ہی نہیں جو کچھ کسی برتن میں ہوتا ہے وہ ہی باہر نکلتا ہے اُنکی زبانیں اُنکی اندرون پر گواہی دیتی ہیں۔ میں تو نیکدل انسان کو دوری سے پہچان لیتا ہوں۔ جو شخص پاک کردار سلیم دل لیکر آتا ہے میں تو اُسی کے دیکھنے کا شوق رکھتا ہوں اُسکی تو گالی بھی بری معلوم نہیں ہوتی مگر افسوس کہ ایسے پاکدل بہت کم ہیں۔

ایک آریہ صاحب بولے کہ اصل میں حضور جاہل تو وہی قومیں ہیں۔ آپ برا نہ مانیں تو میں عرض کردوں۔ اول تو سکھ لوگ دوسرے یہ ہمارے مسلمان بھائی۔

اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھیے ایک سمجھنے والے کے لیے جاہل سے زیادہ اور کیا گالی ہو سکتی ہے۔ کسی شخص کو اُس کے مُنہ پر جاہل کہنا بہت سخت گالی ہے۔ مگر سوچو تو کیا ان حاضرین میں سے کوئی ایک بھی بولا ہے۔ کیا اب بھی سمجھیں اس مجلس کی نرمی اور تہذیب پر کچھ شک ہے بہت ہیں ہمارے مُنہ پر گالیاں دیجاتی ہیں مگر ہمیں سے ایک کی بھی مجال نہیں ہوتی کہ دم مار کر اسکو کچھ بھی کہہ جاوے۔ ہم انکو دن رات صبر کی تعلیم دیتے ہیں نرمی اور حلم سکھاتے ہیں یہ وہ قوم نہیں کہ آپ کے اس اصول کے مصداق بن سکے۔ ہاں ہم البتہ عوام مسلمان لوگوں کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ ہم تب مانیں اگر کسی آریہ لوگوں کے مجمع میں اسطرح کہدیں کہ تم جاہل ہو اور وہ صبر کر رہیں اور ایک کے بجائے ہزار نہ سنائیں تو۔ آپ نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے اُنکے اخلاق دیکھے ہیں اُن کا اور اُن آریوں کا اگر مقابلہ کیا جاوے تو بکری اور بھیڑیے کا معاملہ نظر آوے۔ عوام جو ہمارے زیر اثر نہیں ہیں اُنکا ہم ذمہ نہیں لیتے۔ گالی اور جوش دلانیوالے الفاظ سنکر صبر کرنا مردوں کا کام ہوتا ہے اگر کوئی ایسا کرکے دکھاوے تو ہم جانیں۔ نرمی ہی مشکل ہے سختی تو ہر ایک شخص کر سکتا ہے

کسی صاحب نے بیان کیا کہ آریوں نے لیکچر میں کہا کہ خدا عمر کو کم و بیش نہیں کر سکتا۔

فرمایا ہمارا تو اعتقاد ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ عمر کو کم بھی کر سکتا ہے اور زیادہ بھی کر سکتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ کیوں مرتے ہوئے انسان سے صدقات کراتے ہیں اور کیوں علاج معالجہ کراتے ہیں۔ بلکہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے اُنکی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی پندرہ دن کی عمر باقی رہ گئی تھی دعا سے پندرہ سال ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ قوم نبوت کی راہ سے بالکل محروم ہونیکی وجہ سے اس راہ اور علم سے جاہل مطلق ہے اسی وجہ سے ایسے ایسے اعتراض کرتے ہیں روحانیت سے بے بہرہ ہونیکی وجہ سے ہے ورنہ ایسے اعتراض ہرگز نہ کرتے۔ مادر زاد اندھے کو آنکھیں کیونکر دیں۔

یکم مارچ ۱۹۰۳ء - صبح کی سیر

نواب صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا حجۃ اللہ یہ امر کوئی ذاتی معاملات سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسکے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ چونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے اور سوسائٹی میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا یعنی آپ اُنپر حجت ہوں گے قیامت کے دن کو اُنکو کہا جاوے گا کہ فلاں شخص نے تم سے نکل کر اس صداقت کو پرکھا اور مانا تم نے کیوں ایسا نہ کیا یہ بھی تم میں سے ہی تھا اور تمہاری طرح کا ہی انسان تھا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا آپکو بھی چاہیے کہ آپ اُن لوگوں پر تحریر سے تقریر سے ہر طرح سے حجت پوری کردیں۔ اصل میں اُس ساری قوم کی حالت قابل رحم ہے۔ عیش و عشرت میں گم ہیں۔ دنیا کی کیڑے بنے ہوئے ہیں اور فنا فی یورپ ہیں خدا سے اور آسمان سے کوئی تعلق نہیں۔ جب خدا کسیکو ایسی قوم میں سے نکالتا اور اُسکی اصلاح کرتا ہے تو اُس کا نام اُس قوم پر حجت رکھتا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شہیدا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا اُس نے کچھ کہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اب تو میں اپنی ہی اُمت پر گواہی دینے کے قابل ہو گیا ہوں مجھے فکر ہے کہ میری اُمت کو میری گواہی کی وجہ سے سزا ملے گی +

حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ خصوصیت سے کیوں کہا اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کی ولادت پر لوگ بڑے گندے اعتراض کرتے تھے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکو ان الزاموں سے بری کرنے کے لیے فرمایا کہ وہ تو کلمۃ اللہ ہیں اُنکی ماں بھی صدیقہ ہے یعنی بڑی پاکباز اور عفیفہ ہے ورنہ یوں تو کلمۃ اللہ ہر شخص ہے اُنکی خصوصیت کیا تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمے اتنے ہیں کہ وہ ختم نہیں ہو سکتے انھی اعتراضوں سے ہی بری کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکو کہا کہ وہ شیطان کے مس سے پاک ہیں ورنہ کیا دوسرے انبیا شیطان کے ہاتھ سے مس شدہ ہیں نعوذ باللہ دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ اُنپر شیطان کا تسلط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ شیطان کو کسی معمولی انسان پر بھی تسلط نہیں ہوتا تو انبیا پر کسطرح ہو سکتا ہے اصل وجہ صرف یہی تھی کہ اُنپر بڑے اعتراض کیے گئے تھے اسی واسطے اُنکی بریت کا اظہار فرمایا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ماکفر سلیمٰن کوئی کہے کہ کیا انبیا بھی کافر ہوا کرتے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں لوگوں نے انپر اعتراض کیا تھا کہ وہ بُت پرست ہو گئے تھے ایک عورۃ کے لیے۔ اس اعتراض کا جواب دیا یہی حال ہے حضرت عیسیٰ کے متعلق۔

قبل از ظہر

حضرۃ اقدس کی زیارت کے لیے کاشی رام وید لاہور سے اور بعض اور لوگ تشریف لائے حضرت اقدس نے مخاطب کر کے انکو فرمایا اختلاف مذاہب کا جو خدا تعالیٰ نے اپنی حکمۃ عملی سے رکھا ہے یہ بھی ایک عمدہ چیز ہے اس سے انسانوں کی عقل بڑھتی ہے دنیا میں اگر کسی معاملہ میں اتفاق بھی کرتے ہیں تو اسکی باریک در باریک جزئیوں تک پہنچنا محال ہو جاتا ہے اور جزئی در جزئی نکلتی چلی آتی ہے۔ تبادلہ خیالات کے لیے مجلسوں میں تقریریں کرنی بھی اچھی چیز ہیں لیکن ابھی تک ہمارے ملک میں ایسی مہذب لوگ بہت ہی کم ہیں بلکہ نہیں ہیں جو آرام اور امن کے ساتھ اپنی مخالف رائے ظاہر کر سکیں + مینے خود یہ چاہا تھا اور میرا ارادہ ہے کہ قادیان میں ایک جگہ ایسی بناویں جہاں مختلف لوگ مذاہب کے جمع ہو کر اپنے اپنے مذہب کی صداقت اور خوبیاں آزادی سے بیان کر سکیں + میں دیکھتا ہوں کہ اگر اظہار حق کے لیے مباحثے اور تقریریں ہوں تو بہت اچھی بات ہے مگر تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان میں فتنہ و فسا دکا مظنہ ہوتا ہے اسلیے مینے ان مباحثوں کو چھوڑ دیا ہے + ممکن ہے دو چار آدمی ایسے بھی ہوں جو صبر اور نرمی کے ساتھ اپنی مخالف کی بات سن لیں لیکن کثرت ایسی لوگوں کی ہوگی جو عوام الناس میں سے ہوتے ہیں اور وہ اپنے مخالف کے منہ سے ایک لفظ بھی اپنے مذہب کے خلاف نہیں سن سکتے خواہ وہ کتنا ہی نرم کیوں نہ ہو + چونکہ جب مخالف بیان کرے گا تو کوئی نہ کوئی لفظ اُسکے منہ سے ایسا نکل سکتا ہے جو اس کے فریق مخالف کی غلطی کے اظہار میں ہوگا۔ اور اس سے عوام میں جوش پھیل جاتا ہے ایسی جگہ نوبت امن رہ سکتا ہے جب سمجھانے والا اور سمجھنے والا اسطرح ہیں کہ جیسے باپ بیٹے میں کوئی بُرائی دیکھتا ہے اور اُسکو سمجھاتا ہے تو وہ نرمی اور صبر سے اُسکو سن لیتا ہے ایسی محبت کی کشش سے البتہ فائدہ ہوتا ہے غیظ و غضب کیحالت میں یہ اُمید رکھنا کہ کوئی فائدہ ہو خام خیال ہے۔ اب مشکل آکر یہ پڑی ہے کہ ایک تو دین کا اختلاف ہی ہے پھر اسپر احقاق حق لوگوں کی غرض نہیں رہی بلکہ بغض و عناد میں اسقدر ترقی کی گئی ہے کہ اپنے فریق مخالف کا نام بھی ادب یا عزۃ سے لینا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بڑی بے ادبی اور گستاخی سے بات کرتے ہیں پہلے ہندو مسلمانوں میں ایسی تعلقات تھے کہ برادری کیطرح رہتے تھے اب ایسا تفرقہ پیدا ہوا ہے کہ وہ اندرونی کشش جو ایک دوسرے میں تھی باقی نہیں رہی ہے بلکہ تعصب اور دشمنی بڑھ گئی ہے پس جبکہ کوئی حصہ اُس اندرونی کشش کا ہی باقی نہ ہو اور ہار جیت مقصود ہو تو پھر اظہار حق کسطرح ہو سکتا ہے۔

اظہار حق کے واسطے یہ ضروری امر ہے کہ تعصب سے اندر خالی ہو۔ اور بغض اور عناد نہ ہو ست اسکے کرنے کے لیے بحث کا تو نام بھی درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ بلکہ اسکو چاہیے کہ بحث کو چھوڑ دے میں یہ بھی مانتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے کہ ایک اور غلطی میں لوگ پڑے ہوئے ہیں کسی مذہب پر حملہ کرتے وقت وہ اتنا غور نہیں کرتے کہ جو حملہ ہم کرتے ہیں اُس مذہب کی کتاب میں بھی ہے یا نہیں؟ مسلمہ کتب کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی شخص کی ذاتی رائے کو لیکر اُسکو مذہب کی جزبنا دیتے ہیں۔

ہم بہت سی باتوں میں آریہ مذہب کے خلاف ہیں اور ہم اُنکو صحیح تسلیم نہیں کرتے لیکن ہم اُنکو وید پر نہیں لگاتے ہمکو کچھ معلوم نہیں ہے کہ اسمیں کیا ہے۔ ہاں پنڈت دیانند پر ضرور لگاتے ہیں کیونکہ انھوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ ہم تو اس عقیدہ کے خلاف کہتے ہیں جو شائع کر دیا گیا ہے کہ یہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے اسی طرح آریوں کو اگر کوئی اعتراض کرنا ہو تو چاہیے کہ وہ قرآن شریف پر کرے یا اُس عقیدہ پر جو ہمنے مان لیا ہو اور اسکو شائع کر دیا ہو یہ مناسب نہیں کہ جس بات کو ہم مانتے ہی نہیں خواہ مخواہ ہمارے عقیدہ کیطرف اُسکو منسوب کر دیا جاوے۔ چونکہ بہت سے فرقے ہو گئے ہیں [illegible] ایسے ہمنے ایک اصول مان لیا ہے اسپر اعتراض کرنا چاہیے اسلیے مباحثہ کیوقت کتاب کا نام لے۔ تفسیروں اور حاشیوں کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر اختلاف ہے۔

اگر اس اصل کو مدنظر رکھا جاوے تو بعض فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ جبتک کتاب کو کسی نے سمجھا اور پڑھا ہی نہیں اُسپر وہ اعتراض کرنیکا حق کسطرح رکھہ سکتا ہے مذہب کے معاملہ میں یہ ضروری بات ہے کہ مانی ہوئی اصل پر بحث کریں۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ کل کتابیں پڑھ ہی جاویں اسکے لیے تو عمر بھی وفا نہیں کر سکتی + مباحثہ اصول پر ہونا چاہیے۔ جو بطور بحث کے ہیں۔ اور چونکہ عام مجمعوں میں حق کو مشتبہ رکھا جاتا ہے انسان ضد اور تعصب سے کام لیتا ہے مینے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اس طریق کو چھوڑ دیا جاوے + یہ کتاب مینے اصول مباحثہ کے لحاظ سے لکھی ہے اور اسی طریق سے جو مینے پیش کیا ہے بحث کی ہے جو لوگ ہمکو گالیاں دیتے ہیں ہم اُنکی گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہم سے تو گالیونکی

قوت ہی کھو دی ہے کس کس کی گالی کا جواب دیں

۴ مارچ۔ صبح کی سیر

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو حج کرنیکو گئے ہوئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا ہے۔

فرمایا اصل میں جو لوگ خدا کیطرف سے آتے ہیں اُنکی خدمت میں دین سیکھنے کیواسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اُس کے دین اور اُسکے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود دونوں طواف کر رہے ہیں۔ اصل میں طواف کے معنی ہیں پھرنا تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو رات کو چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے مگر اُنمیں فرق یہ ہے کہ چور تو گھروں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اور چوکیدار اُن گھروں کی حفاظت اور بچاؤ اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں یہی حال مسیح اور دجال کے طواف کا ہے

دجال تو دنیا میں اس واسطے پھرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تا دنیا کو خدا کی طرف سے پھیر دے اور ان کے ایمان کا لوٹ لیا جاوے۔ مگر مسیح موعود اس کوشش میں ہے کہ تا اسے پکڑے اور مارے اور اس کے ہاتھ سے لوگوں کے دین و ایمان کے متاع کو بچاوے۔ غرض یہ ایک جنگ ہے جو ہمارا دجال سے ہو رہا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کی حضور کیا وجہ ہے کہ بعض لوگوں کو مبشرات کثرت سے ہوتے ہیں اور بعض کو بہت کم بلکہ بالکل ہی نہیں۔

فرمایا کہ اصل میں اللہ تعالیٰ نے طبائع مختلف پیدا کی ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ایمانی قوت ہی ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ اسے کسی نشان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کونسا نشان دیکھا تھا یا ان کو کونسا خواب آیا یا کوئی بشارت ہوئی تھی جس سے انہوں نے آپ کو پہچان لیا تھا۔ اگر ان کا کوئی خواب یا بشارۃ وغیرہ ہوتی تو اس کا ذکر حدیث شریف میں ضرور ہوتا۔ وہ ایک سفر پر گئے ہوئے تھے راستہ میں واپسی پر انہوں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اپنے شہر کی کوئی نئی بات سناؤ۔ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے اسے آگاہ کیا۔ فوراً بچون و چرا مان لیا اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے حالات دیکھے ہوئے تھے وہ بخوبی آگاہ تھے کہ یہ شخص کاذب یا مفتری نہیں ان کو پہلے واقفیت و عقل سلیم نے آپ کے فوراً قبول کر لینے پر مجبور کیا زمانہ کی حالت کو انہوں نے دیکھ لیا تھا۔ وقت تھا ضرورت تھی۔ ایک صادق نے خدا کی طرف سے الہام پا کر دعویٰ کیا فوراً مان لیا۔ اصل میں نشانات کی ضرورت بھی کمزور ایمان کو ہوتی ہے۔ کامل ایمان کو نشان کی ضرورت ہی نہیں۔

فرمایا کہ خدا کے عذاب سے اور اپنے محفوظ رکھنے کے واسطے خدا کا قرب حاصل کرنا ضروری ہے جتنا جتنا خدا سے انسان قریب ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ مصائب شدائد اور بلاؤں سے دور ہوتا ہے جو خدا کا مقرب ہوتا ہے اسے کبھی خدا کے قہر کی آگ نہیں کھاتی۔ دیکھو انبیاء کے وقت میں وبائیں اور طاعون سخت ہوتے رہے مگر کوئی بھی نبی ان عذابوں میں ہلاک نہیں ہوا۔ صحابہ کے وقت میں بھی طاعون پڑا اور بہت سے صحابہ اس سے شہید بھی ہوئے مگر اس وقت وہ صحابہ کے واسطے شہادت تھی کیونکہ صحابہ اپنا کام پورا کر چکے تھے اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی ان کو ہو چکی تھی اور ابھی وہ لڑائی سختی کا وقت بھی نہ تھا اور مرنا تو انسان کے ساتھ لازمی لگا ہوا ہے۔ اسی ذریعہ سے خدا تعالیٰ کو ان کی موت منظور تھی۔ ان کے واسطے شہادت تھی۔ مگر جب کسی عذاب کے واسطے پہلے سے خبر دی جاوے کہ خدا آسمان سے اپنی ناراضگی کی وجہ سے قہر نازل کریگا تو ایسے وقت میں وہ وبا رحمت نہیں اور شہادت نہیں ہوا کرتی بلکہ لعنت ہوا کرتی ہے۔ پس خدا کی طرف دوڑو کہ اسی کے پاس معالجے ہیں اور بچاؤ کے سامان ہیں۔

دربار شام

۴ مارچ

ایک صاحب نو وارد تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ دیکھو دنیا چند روزہ ہے کسی کو بقا نہیں اور یہ دنیا اور اس کا جاہ و جلال کسی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہنے والے۔ چاہیئے کہ اس وقت جو اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اس کو سمجھا جاوے اگر وہ درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہے تو اس سے دور رہنا کیسی بدقسمتی کا موجب ہوگا۔ وقت نازک ہے دنیا نے جس امر کو سمجھنا چاہیئے تھا اسے نہیں سمجھا۔ اور جس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے تھی اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ خدا کے فرستادہ کی تلاش ضروری تھی دیکھو دنیوی ضرورتوں کے واسطے کس طرح دنیا کوشش کرتی اور جانکاہ محنتوں سے ان کے حصول کے ذریعہ کو سوچتی ہے مگر دین کیا ایسا ہی گیا گذرا امر ہے کہ اس کے واسطے اتنی بھی تکلیف نہ برداشت کیا وے کہ چند روز کے واسطے ایک جگہ رہ کر اسلام کی تحقیق کی جاوے۔ ایک بیمار انسان جب کسی مریض کے پاس جاتا ہے تو مریض کی اگر طبیب تشخیص کر بھی لیوے تو معالجہ میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا دوا دی جاوے۔ ایک شہر میں پہنچ کر انسان پھر بھی کسی خاص جگہ پر پہنچنے کے واسطے کسی راہبر کا محتاج ہوتا ہے تو کیا دین کی راہ معلوم کرنے اور خدا کی مرضی پانے کے واسطے انسانی ڈھکوسلے کام آ سکتے ہیں اور کیا صرف سفلی عقل کافی ہو سکتی ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی راہ کو نہ بتاوے اور اپنی مرضی کے وسائل کے حصول کے ذریعہ سے مطلع نہ کرے تب تک انسان کچھ کر نہیں سکتا۔ دیکھو جب تک آسمان سے پانی نازل نہ ہو زمین کبھی اپنا سبزہ نہیں نکالتی گو بیج اس میں موجود ہے کیوں نہ ہو۔ بلکہ زمین کا پانی بھی دور چلا جاتا ہے تو کیا وہ پانی بارش کے بغیر ہی روحانی زمین سرسبز ہو جاتی اور بارآور ہو سکتی ہے ہرگز نہیں خدا کے الہام کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہ جو اتنے بڑے عاقل کہلاتے ہیں اور بڑے موجد ہیں آئے دن تار نکلتی ہے ریل بنتی ہے اور انسانی عقل کو حیران کر دینے والے کام کیے جاتے ہیں کیا ان کی عقل کے برابر بھی کوئی اور عقل ہے۔ جب ایسے عاقل لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایک عاجز انسان کو جو ایک عورت کے پیٹ سے عام لڑکوں کی طرح پیدا ہوا تھا اور اسی طرح عوارض وغیرہ کا نشانہ بنا رہا اور کھانا پینا سب کچھ کرتا ہوا یہودیوں کے ہاتھ سے سولی پر چڑھایا گیا تھا اس کو خدا اور احد بنایا ہوا ہے اور اس کے کفارہ سے اپنی نجات جانتے ہیں اور ایسی بودی چال اختیار کی ہے کہ ایک بچہ بھی اس پر ہنسی کرے اس کی کیا وجہ تھی۔ صرف یہی کہ انہوں نے سفلی عقل پر ہی بھروسا کیا اور ایک کوڑے کی طرح نجاست پر گر پڑے۔ دیکھو جب انسان خدا سے مدد چاہتا ہے اور اپنے آپ کو عاجز جانتا ہے اور گردن فرازی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد کرتا ہے۔ ایک مکھی ہے کہ گندگی پر گرتی ہے اور دوسری کو خدا نے عزت دی کہ سارا جہان اس کا شہد کھاتا ہے۔ یہ صرف اسی کی طرف جھکنے کی وجہ سے ہے پس انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت ایاک نعبد و ایاک نستعین کی دعا پر کاربند رہے اور اسی سے توفیق طلب کرے۔ ایسا کرنے سے انسان خدا کی تجلیات کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔ چاند جب آفتاب کے مقابل میں ہوتا ہے تو اسے نور ملتا ہے مگر جوں جوں اس سے کنارہ کشی کرتا ہے توں توں اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔ یہی حال ہے انسان کا جب تک اس کے دروازہ پر گرا رہے اور اپنے آپ کو اس کا محتاج خیال کرتا رہے تب تک اللہ تعالیٰ اسے اٹھاتا اور نوازتا ہے ورنہ جب وہ اپنی قوت بازو پر بھروسا کرتا ہے تو وہ ذلیل کیا جاتا ہے کونوا مع الصادقین بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح بیٹھے تا اس پر عمدہ رنگ آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے ہی کوئی میل کچیل

حضرت اقدس کا وعظ دیہاتیوں کو

کئی جمعوں سے یہ سلسلہ کثرت سے جاری ہے کہ ارد گرد کے دیہات کے لوگ آ آ کر داخل بیعت ہوتے ہیں اور حضرت حجۃ اللہ ضرورۃ وقت کے لحاظ سے انکو کچھ نہ کچھ نصائح کی باتیں بھی فرماتے ہیں ۶ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کو بعد نماز جمعہ جب بیعت ہو چکی تو حضرت اقدس کھڑے ہو کر پنجابی زبان میں ایک مختصر سی تقریر فرمائی جسکو ہم اپنے ناظرین کے لیے درج کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

فرمایا دیکھو جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں انکے گناہ بخشے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ انکو طرح طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے بچا لیتا ہے۔ جب وہ فضل کرتا ہے تو پھر ہر مصیبت و مشکل سے نجات دیتا ہے۔ چونکہ آج تم نے توبہ کی ہے اسلیئے اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق جو نیکوں کے ساتھ ہوتا ہے تمکو بچالے گا پس ضروری ہے کہ اس توبہ پر قائم رہو نماز و میں پکے رہو۔ جو مسلمان کہلاتا ہے اور پھر نماز نہیں پڑھتا وہ بے ایمان ہے مسلمان اور کافر میں نماز کا ہی امتیاز ہے۔ دیکھو تم میں اور ہندو میں کیا فرق ہے؟ اسی نماز ہی کا فرق ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بعض زمیندار ونکی طرح نماز نہ پڑھو جو ایکدن پڑھتے ہیں اور پھر اپنی کھیتی باڑی یا بیل وغیرہ کی خاطر نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جب کہا جاوے تو کپڑوں کے میلا ہونے کا عذر کر دیتے ہیں۔ اپنے کپڑوں میں جنہیں پلیدی نہ ہو نماز پڑھ لیا کرو۔ اور اگر پانی ملے تو وضو کر لیا کرو۔ اور اگر نہ ملے تو تیمم ہی کر لیا کرو تاکہ قیامت کے دن سرخرو ہو جاؤ۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا وقت بیہودہ کھیلوں اور تماشوں شطرنج وغیرہ میں ضائع کر دیتے ہیں ایسی باتوں سے بچنا چاہیے دیکھو آجکل طاعون بڑی خوفناک پڑی ہوئی ہے جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈریگا اللہ تعالےٰ اسکو بچالے گا۔ عذاب الٰہی سے بچنے کیلیے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نمازیں کافی ہو سکتی ہیں۔ بھلا ایک شخص جسکو پیاس شدت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے؟ یا سخت بھوک لگی ہوئی ہو تو ایک ذرہ بھر اناج سے پیٹ بھر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح سے کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔ پس اپنی نمازوں کو درست کرو ہر ایک قسم کی شکایت۔ گلہ۔ غیبت۔ جھوٹ۔ افترا۔ بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو اور جو نیک اعمال تمہاری طاقت میں ہیں تم اُسکے موافق عملدرآمد کرو اور جو تمہاری طاقت سے باہر ہیں اللہ تعالےٰ خود تمکو بچالے گا۔ جب کوئی اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے اور ہر ایک کام میں اللہ تعالےٰ کا خوف دل میں رکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکو مصائب و شدائد سے بچا لیتا ہے۔ وہی سچا مومن ہوتا ہے خدا کی رحمت اُسپر ہوتی ہے۔ وہی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ جہاں ایسا شخص ہو خدا تعالےٰ اُسکے لیے وہاں رحمت کرتا ہے پس تمکو چاہیے کہ تم اپنے آپکو صاف رکھو اور گناہوں سے بچاؤ۔ بعض گناہ لوگوں کو گناہ معلوم نہیں ہوتے۔ زنا۔ غیبت۔ جھوٹ۔ تکبر۔ کینہ۔ وغیرہ یہ سب گناہ ہیں داخل ہیں اگر کوئی انکو چھوڑ دے۔ تو اللہ تعالےٰ اسکو بہترین اجر دیگا۔ اگر چور ہے اور چوری کو اللہ تعالےٰ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ اُسکو حلال وجہ سے مال دیگا اگر کوئی زانی ہے اور زنا کو اللہ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ اُسکو نیک بیوی عطا کرے گا۔ اگر کوئی بیگانے کھیتوں سے جیسا کہ زمیندار کرتے ہیں کاٹنا چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ اُسکے کھیت پر ابر رحمت برساوے گا اور اتنا غلہ پیدا ہوگا کہ وہ خوش ہو جاوے گا حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا جبکہ مومن ہو اور کوئی زنا نہیں کرتا جبکہ مومن ہو۔ گویا مومن ان باتوں سے رکتا ہے ایمان نہ ہو تو پھر خدا کی حدبندیوں کو توڑتا ہے۔

جب تک کوئی توبہ نہیں کرتا اُسپر رحم نہیں کیا جاتا اور وہ آدمی جو اپنے ہر ایک عضو کو بدی سے بچاوے مثلاً زبان کو گندی گالیوں سے اور کان کو بُری باتوں کے سننے سے اور ہاتھ کو پرایا مال اُٹھانے سے اور پاؤں کو بری جگہ جانے سے تو اللہ تعالےٰ اُسکا حافظ ہوگا اور اسکو اپنے امن میں لے لے گا۔

میں تمکو بار بار کہتا ہوں کہ طاعون جلا دینے والی آگ کیطرح ہے جہاں یہ بھڑکتی ہے تباہ کر دیتی ہے اور بعض وقت اسکا دورہ ستر ستر برس تک ہوتا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ بڑوں بڑوں کو کیوں نہیں پکڑتی پہلے پہلے خدا کا غضب دور دور آتا ہے تاکہ بعض آدمی جو نیک ہوں اُنکو مہلت ملجاوے اور وہ توبہ و استغفار کر سکیں اور جو شریر ہیں وہ اپنی شرارت سے غضب الٰہی کو کھینچ لیں؟ اسطرح پھر جو شریر ہوتے ہیں وہ اپنی شرارتوں میں بڑھتے ہیں اور آخر غضب الٰہی کے نیچے آکر اسمیں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دیکھو ابو جہل بھی ٹھٹھے اور مخول کیا کرتا تھا کہ مجھپر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام بھی دکھلایا گیا تھا جہاں اُسنے ہلاک ہونا تھا۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں وہ اسی مقام پر ہلاک ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر چھڑی مار کر کہا کہ آج اس اُمت کا فرعون مارا گیا۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہمکو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں اگر وہ تھوڑی گیلی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے۔ دنیا میں بھی سارے کام تدریجی ہوتے ہیں اگر ایک شخص گرا یا ربوڑ یا لی تقسیم کرے تو یکدم سبکو نہیں دیدیتا بلکہ ایک ایک کر کے ایسا ہی خدا تعالیٰ کا حال ہے پہلے وہ دور دور بلائیں بھیجتا ہے تاکہ بعض سعید الفطرت لوگوں کو جو کسی شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ و استغفار کا موقعہ ملے وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم نے آج توبہ کی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ جو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اُسکے پہلے گناہ جاتے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ معاف کر دیتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے آج اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ سچے دل سے توبہ کرنیوالوں کے گناہوں کا پہلا دفتر پھاڑ ڈالو۔ پس آج سے نیکی کرو اور اپنے آپکو پاک صاف رکھو اگر پھر گناہ کروگے تو وہ غصے ہوگا اور اُسکا غضب بھڑکے گا۔ اللہ تعالیٰ ستار ہے جب کوئی آدمی بھولکر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب وہ باز نہیں آتا بلکہ اصرار کرتا ہے تو پھر وہ قہار کر اُسکا غضب بھڑکتا ہے اور آخر ہلاک کر دیتا ہے

کونوا مع الصادقین

جب ایک شخص سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لے تو پھر دوسرے اوامر و نواہی کے پیچھے آتا ہے اور ایک احکام آلٰہیہ کا سلسلہ چلتا ہے۔ جنپر اسکو کاربند ہونا ضروری ہے اگر وہ صرف اسی کلمہ کو پڑھ لینا ہی کافی سمجھتا ہے تو اپنے آپکو دھوکا دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں کیونکہ اسلام تو اطاعت تامہ کا نام ہے اسلام کی حالت پیدا کرنے کے لیے یعنی احکام الٰہی کی فرمانبرداری کی قوت پانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک طریق اور گُر بتایا ہے اور وہ یہ ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اسکی زندگی حیوانات کیطرح بسر کرتا ہے وہ گویا حیوانات ہی کیطرح ہے اور وہ سچا مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف نے اس لفظ تقویٰ پر بہت تاکید کیا ہے یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ کیا ہے جن چیزوں کے کرنیکا حکم دیا ہے انکو کیا جاوے اور جن سے منع کیا جاوے اُن سے ترک کیا جاوے۔

اس وقت فسق سے کہا جاتا ہے کہ مسلمان کہلانے والے بہت ہیں مگر مسلمان بننے والے بہت ہی کم ہیں۔ خدا کا سچا خوف اور محبت بالکل نہیں رہی ایک سچے مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے اسی طرح مستعد ہونا چاہیے جسطرح وہ اپنی کھیتی کے لیے فکر اور تردد کرتا ہے یا اور دوسرے دنیوی امور میں دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ اسکو اللہ تعالیٰ کی تڑپ اسی رنگ کی ہونی چاہیے جسطرح وہ اپنے اور ضروریات کے لیے رکھتا ہے۔

یاد رکھو یہ زمانہ آخری زمانہ ہے آفت آسمان سے کوئے برس رہے ہیں غضب الٰہی کا دریا جوش زن ہے عمر کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ پس جلدی کرو۔ اور عمر کو غنیمت سمجھکر آج کچھ حاصل کرلو۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو نری کہانیوں پر خوش ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ ہر ایک اپنے اندر جھانک کر دیکھے کہ اس نے کہانتک تقوے کا توشہ حاصل کیا ہے۔ بہت قدر آدمی یہاں موجود ہیں غور سے ان باتوں کو سن لو۔ اپنی نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اسطرح ادا نہ کرو کہ گویا ایک بوجھ تھا جو اُتار کر پھینک دیا۔ یہ بات نہیں ہونی چاہیے بلکہ جیسے روٹی سے سیری ہوتی ہے پانی پیکر پیاس بجھتی ہے اور تسکین ہوتی ہے اسی طرح نمازوں سے ایک لذت اور سرور آنا چاہیے اگر نہیں آیا تو فکر کرو۔ دیکھو بڑا ہی بد بخت ہے وہ دھوبی جو کپڑے کو بار بار پتھر پر مارتا ہے مگر وہ صاف نہیں ہوتا۔ یا تو کپڑا ہی بہت گندا ہے یا خود نکما ہے اسطرح تم اگر نماز پڑھتے ہو لیکن تمہاری نفسانی خواہشوں اور جوشوں کی آگ پر پانی نہیں پڑتا تو جان لو کہ وہ نری ٹکریں ہیں۔ اسلیے اسکو کچھ سمجھکر ادا کرو۔ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر کر لیا گیا ہے۔

یہ بات مت بھولو کہ اللہ تعالیٰ دھوکا نہیں کھاتا۔ اور منتر جنتر سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو بھی دیکھتا ہے۔ سچی فرمانبرداری اور خوف کو پسند کرتا ہے اور تقویٰ چاہتا ہے پھر اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ تقویٰ جو خیر الزاد ہے کسطرح حاصل ہو۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک راہ رکھی ہے کونوا مع الصادقین یعنی جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے آتے ہیں اُنکے پاس رہو۔ قرآن شریف نے ہر بیماری کا نسخہ بتایا ہے۔ اگر کوئی گناہ سے بچنا چاہے تو اسکا نسخہ یہی ہے کونوا مع الصادقین صادقوں کے پاس رہنے سے انکے چال چلن انکی گفتار کردار کا اثر الگ انسان پر پڑتا ہے انکی توجہ اور جذب الگ اپنا کام کرتا ہے اور اسطرح پر گناہ سوز فطرت پیدا ہونے لگتی ہے یہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں اسلیے پاس رہنے والے بھی ان انوار سے بقدر استعداد حصے لیتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ اکثر لوگ بیعت کرتے جاتے ہیں اور پھر انکی ضرورت نہیں سمجھتے کہ پاس جاکر رہیں۔ بیعت کو ایک رسم کے طور پر ادا کر جاتے ہیں میں یہ دیکھتا ہوں کہ اکثر آدمی ایک جمعہ کو ہوتے ہیں اور دوسرے جمعہ انہیں سے کوئی نظر نہیں آتا۔ اور یہی لوگ ہوتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ اس سے خوش ہوتا ہے جو اُسکے حکم پر چلے اور یہ توفیق نمونہ کے دیکھنے سے ملتی ہے۔ کوئی کام اُستاد کے پاس بغیر بیٹھنے کے حاصل نہیں ہوتا اس وقت دین الٰہی کا معلم آگیا ہے۔ اور وہ اُس خدا کو دکھانا چاہتا ہے جو دنیا کی نظروں سے غائب ہوگیا ہے۔ پس جس جس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ یہ اپنے اوپر لازم سمجھ لے کہ کچھ عرصہ تک اسکی صحبت میں رہے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلکر لذت آتی ہے اور یہ توفیق صادقوں کی صحبت سے ملتی ہے اس وقت خدا تعالیٰ کا صادق مسیح موعود اور مہدی موعود ہے مبارک وہ جو اسکی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ حصول تقویٰ کے اس گُر کو سمجھ لیں اور ان کے گفتار اور کردار میں تقویٰ کا رنگ پیدا ہو۔ اور ان کے سارے اعضا اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کے تابع ہوں آمین۔

الٰہی بخش درزی کی جو تصویر ہم نے الحکم کے کسی گذشتہ اشاعت میں دی تھی اس کے متعلق پشاور کے اہل حدیث کی طرف سے ایک رجسٹرڈ خط ہمارے پاس بغرض اندراج پہونچا ہے۔ ہم اس خط کو عنقریب درج کریں گے۔ اور انشاء اللہ العزیز دکھائیں گے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اسکو کہتے ہیں + الٰہی بخش درزی نے اپنے بیان میں تسلیم کرلیا ہے کہ میں نے تصویر کھچوائی ہے مگر ایک احمدی نے وہ تصویر کھینچی ہے اور ایک احمدی کے ہی ایما سے وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال ہم اس تحریر کو انشاء اللہ تعالیٰ جلد شائع کرینگے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی باتصویر سالانہ رپورٹ طیار ہو رہی ہے امید کیجاتی ہے کہ یہ رپورٹ جلد تر چھپکر شائع ہو ہماری عزم کے لیے مدرسہ مذکور کی رپورٹ نہایت دلچسپ اور خوش کن چیز ہوگی۔

آریہ قوم سے خطاب

حضرۃ حجۃ اللہ کی تازہ نظم

اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلا ہو یارو خیال خراب میں
اے قوم آریہ تیرے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے یا تری باتیں ہیں خواب میں
کیا وہ خدا جو ہے تری جاں کا خدا نہیں
ایماں کی بو نہیں ترے ایسے جواب میں
گر عاشقوں کی روح نہیں اُسکے ہاتھ سے
پھر غیر کیلئے ہیں وہ کس اضطراب میں
گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
پھر کس نے لکھدیا ہے وہ دل کی کتاب میں
جس سوز میں ہیں اُسکے لیے عاشقوں کے دل
اتنا تو سوز ہم نہ دیکھا کباب میں
جام وصال دیتا ہے اسکو جو مرچکا
کچھ بھی نہیں ہے فرق بہار و خزاں میں
ملتا ہے وہ اسیکو جو وہ خاک میں ملا
ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں
ہوتا ہے وہ اسی کا جو اسکا ہی ہو گیا
ہے اُسکی گود میں جو گرا اُس جناب میں
جو لوگ اسکے دیکھو اسی سے وہ آپ ہیں
چمکے اُسی کا نور مہ و آفتاب میں
خوبوں کے حسن میں بھی اُسی کا وہ نور ہے
کیا چیز حسن ہے جو چمکا حجاب میں
اُسکی طرف ہی ہاتھ ہر اک تار زلف کا
ہجراں میں اسکے رہتی ہے وہ پیچ و تاب میں
ہر چشم مست دیکھو اسی کو دکھاتی ہے
ہر دل اُسی کے عشق سے ہے التہاب میں
جن مورکھوں کو کانوں پہ اُسکے یقین نہیں
پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں
قدرت سے اُس قدیر کی انکار کرتے ہیں
بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں
دلمیں نہیں کہ دیکھیں وہ اُس پاک ذات کو
ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عتاب میں
ہمکو تو اے عزیز دکھا اپنا وہ جمال
کب تک وہ منہ رہیگا حجاب و نقاب میں

اللّٰہ نور السموات والارض خدا ہے نور
زمین اور آسمان کا (آیۃ قرآن شریف)

خبریں اور نوٹ

حضرۃ اقدس مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہمہ وجوہ بخیریت ہیں اور ایسا ہی مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرۃ حکیم الامۃ بھی خیریت سے ہیں۔

الحاد ہو اظہار الحق نام جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اخبار ہفتہ وار شائع ہوتا تھا اور پچھلے دنوں بعض وجوہات کی بنا پر بند ہو گیا تھا۔ مولوی میر صادق حسین صاحب نے اسکو پھر جاری کرنے پر مجبور کر دیا ہے چنانچہ اب بجائے ہفتہ کے پندرہ روزہ شائع ہوگا۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ ابھی تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک ہی اردو اخبار اس حد تک نہیں پہونچا کہ وہ اپنی اشاعۃ یا مالی حالت کے لحاظ سے کوئی مستقل اور مستحکم صورۃ رکھتا ہو اور بہت سے ادھورے اور نامکمل اخبارات کے بجائے ایک مکمل صورت میں ہونا بہرحال اچھا ہے لیکن صوبجات متحدہ میں اظہار الحق ایک ایسا اخبار ہے جو اس سلسلہ کی اشاعۃ کا عمدہ اور بہترین ذریعہ ہے اسلیے ہمارے بھائیوں کو خصوصیت کے ساتھ اخبار کی مدد کیطرف توجہ کرنی چاہیے۔

ڈاکخانہ قادیان اور حکام ڈاکخانہ کی توجہ

ڈاکخانہ قادیان کا کام یوماً فیوماً بڑھ رہا ہے جو پوسٹل اسٹیٹمنٹ کو ان تفتیشات سے معلوم ہو سکتا ہے جو ڈاکخانہ سے طیار ہو کر جاتے ہیں۔ ہمیں پوسٹماسٹر جنرل صاحب بہادر ڈاکجات پنجاب کو توجہ دلانے کیطرف بذریعہ پرائیویٹ خطوط توجہ دلائی تھی جنرل صاحب موصوف نے ہمکو اطلاع دی تھی کہ وہ ان امور پر غور کر رہے ہیں لیکن ہم مزید توجہ کیلئے خاص ضروری مضمون کو بذریعہ الحکم پیش کرتے ہیں۔ سب سے اول تو یہ ضروری ہے کہ قادیان سے ڈاک کی روانگی کا جو انتظام ہے وہ بہت ہی خراب ہے یعنی قادیان سے قریباً ۲ بجے کے قریب ڈاک روانہ ہوتی ہے اور اس ڈاک کو بٹالہ سے رات کی گاڑی میں جانا پڑتا ہے۔ جاکر غور ہے کہ بٹالہ جاکر ڈاک قریباً ۸ گھنٹہ پڑی رہتی ہے اور قادیان پر ہم لوگ جو ڈاکخانہ کے ساتھ بڑا تعلق رکھتے ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے پھر جو ڈاک کے آنیکا وقت ہے وہ بھی غیر مناسب اور نا موزوں ہے اگرچہ ڈاک کا تھیلہ ریلوے میل سروس والے طیار کرتے ہیں لیکن رات کو ۹ بجے کی آئی ہوئی ڈاک بٹالہ سے ۹ بجے صبح سے پہلے روانہ نہیں ہوتی جو قادیان میں ایک بجے سے پہلے تقسیم نہیں ہو سکتی جسکی وجہ یہ ہے کہ قادیان کے پوسٹ مین کو جبتک وہ برانچ افسروں کی تھیلیاں طیار نہ کرلے ڈلیوری کا موقع نہیں ملتا۔ اسطرح پر ایک دن کی آئی ہوئی چٹھیوں کا جواب تیسرے دن جاتا ہے مثلاً جو چٹھی لاہور سے یکم کو ڈالی جائیگی اسکا جواب ۳ کو لاہور میں ہم کو صبح کو پہونچیگا وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس دقت کو رفع کرنے کے لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ڈاک کی آمد اور روانگی کے اوقات تبدیلی کی جاوے اور وہ اسطرح پر ممکن ہے کہ قادیان سے ڈاک کی روانگی کا وقت ۶ بجے بعد دوپہر ہو۔ اور رسیدگی ۹ بجے صبح کے ہونی چاہیے اس سے ہم روزانہ چٹھیوں کے جواب جا سکینگے۔ پھر محکمہ ڈاکخانہ کو اس امر کیطرف بھی توجہ کرنی چاہیے کہ قادیان آنیوالی ڈاک کا بہت بڑا حصہ اور جانے والی ڈاک کا بہت بڑا ہمارے سلسلہ ہی کا ہے یعنی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اسلیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ڈاک کے لیٹر فیس و ہم لوگوں کو زیادہ سہولتیں بہم پہنچائی جاویں ہمنے یہ تحریک کی تھی کہ دارالامان (احمدی محلہ) میں جہاں لنگر خانہ کا دفتر اور ہائی سکول ضیاء الاسلام پریس حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے مکانات مہمان خانہ وغیرہ اور شفاخانہ اور دفتر الحکم اور کارخانہ انوار احمدیہ پریس وغیرہ کے قریب لیٹر بکس رکھی جاوے۔ یہ سخت ضرورۃ محسوس ہوتی ہے بلکہ ڈاکخانہ کے افسروں کو اس امر کیطرف متوجہ ہونا چاہیے کہ ریلوے

جیوش انسکلوپیڈیا

اسکے متعلق مولوی عبد الکریم صاحب کی چٹھی الحکم کے کسی گذشتہ اشاعۃ میں چھپ چکی ہے بعض احباب کیطرف سے چندہ پہونچ گیا ہے لیکن ابھی تک جو رقم وصول ہوئی ہے وہ کتاب کی قیمت کا صرف چوتھا حصہ ہے اسلیے دیگر احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ بہت جلد اسطرف توجہ فرماویں مفصلہ ذیل احباب کی طرف سے مندرجہ ذیل رقوم خاکسار کے پاس پہونچ چکی ہے پچھلی اشاعۃ میں جو رقوم چھپی تھیں وہ وعدے تھے اب ایفاء وعدہ کی رقوم ہیں۔ رسید بذریعہ اخبار ملتی رہیگی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا رہیگا کہ کسقدر رقم جمع ہو چکی ہے۔ رقم جمع شدہ میں سے پہلی قسط ... کی ولایت روانہ کردی گئی ہے

بابو شاہ دین صاحب	للعہ	مولوی قطب الدین صاحب	۲
ابو محمد افضل صاحب	۸	منشی عبد الحق صاحب	...
مولوی عبد الکریم صاحب	عہ	حکیم فضل الدین صاحب	عہ
مولوی عبد اللطیف صاحب	عا	مولوی عبد القادر صاحب لدھیانہ	۲
فضل شاہ صاحب	عہ		
احمد حسین صاحب گنگی	عہ	مولوی نور الدین صاحب	عسہ
نا معلوم الاسم	۲		
مولوی عبد الغنی صاحب	۲	بابو محمد شفیع صاحب جنڈولہ	عہ
شیخ علی بخش صاحب مزنگ	۸		
حافظ عبد الرحیم صاحب قادیان	۲	قاضی نظیر حسین صاحب بلوچستان	دہ
عبد الصمد صاحب پٹیالہ	ا		
منشی عبد العزیز صاحب اوجلہ	عہ		
میاں عبد العزیز صاحب میرٹھ	للعہ		
گلاب خاں صاحب کشتالی	للعہ		
محمد اسمٰعیل صاحب بھیرہ	دہ		
پیر بخش صاحب دہلی	۸		
سید محمد حسین صاحب بھیرہ	دہ		
ڈاکٹر شبلی الدین صاحب رڑکی	عا		
زین الدین ابراہیم صاحب انجنیئر بمبئی	عا		
سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب "	عا		
سید (ا) محمد صاحب "	عہ		
غلام نبی صاحب راولپنڈی	عہ		
ابو سعید صاحب عرب	عا		
مفتی محمد صادق صاحب	للعہ		
منشی عبد اللطیف علی صاحب	۸		

میزان ۸ فروری سنہ ۱۹۰۳ء تک

معہ ۹-۶ پائی

خرچ ۴ ۱۲

خاکسار محمد علی

ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز

قادیان - گورداسپور

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔